

# میلا دشریف کے فیوض و برکات

ترجمہ

الْيُمْنُ وَالْأَسْعَادُ بِمَوْلِدِ خَيْرِ الْعِبَادِ

امام محمد بن جعفر الکتانی قدس سرہ (م ۱۳۴۵ھ)

سیرت طیبہ کا ایمان امروز

ترجمہ : تخریج : حواشی

علامہ پروفیسر محمد شہزاد مجتہد دی

دارالاحلاص، ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا  
لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ خَيْرٌ وَأَنْزَلَ مِنْ سَمَوَاتِهِ مَاءً  
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَجَاء بِشَرَابٍ يَسْبِغُ وَجْهَهُمْ  
وَيُغْسِلُ أَسْفَلَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَيُمْسِكُ الْخَلْقَ  
الَّذِينَ آمَنُوا فِي نَفْسِهِمْ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ  
الْحَبَّ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي نَفْسِهِمْ لَعْنَةً  
وَالْحَبُّ يُغْزَى مِنَ الْبَلَدِ الْمَدِينَةِ وَالْحَبُّ  
شَدِيدٌ وَأَسْفَلُ الْأَرْضِ لَعْنَةٌ وَأَسْفَلُ  
الْأَرْضِ لَعْنَةٌ وَأَسْفَلُ الْأَرْضِ لَعْنَةٌ

# میلا دشریف کے فیوض و برکات

تالیف : امام محمد بن جعفر الکتانی

ترجمہ و تخریج : حواشی  
علامہ پروفیسر محمد شہزاد مجتہد دی

دارالاحلاص

باسمہ تعالیٰ

سلسلہ تالیفات نمبر 7

نام کتاب	:	میلا دشریف کے فیوض و برکات
مصنف	:	امام محمد بن جعفر الکنتانی رحمہ اللہ
مترجم	:	علامہ پروفیسر محمد شہزاد مجتہد دی سیفی
صفحات	:	128
تعداد	:	1100
تاریخ طباعت	:	محرم الحرام 1423ھ / مارچ 2002ء
ناشر	:	دارالاحلاص، ۴۹۔ ریوے روڈ، لاہور (گلی نمبر ۱۹، نزد چوک برف خانہ)

طبع کا پتہ:

دارالاحلاص، ۴۹۔ ریوے روڈ، لاہور

Web Site: www.darulikhlas.cjb.net

E.mail: msmujaddidi@hotmail.com

پروفیسر حضرت مرشدی مبارک و امت پر کاظم کے ارشاد کی تعمیل میں لکھا گیا ہے۔ مجتہد دی

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
5	انتساب	۱
6	تقدیم	۲
22	پیش گفتار	۳
28	فصل اول	
	♦۔ اول الخلق علیہ السلام	۴
32	فصل دوم	۵
	♦۔ نظور تجلیات نبوت	
35	فصل سوم	۶
	♦۔ تحویل نور رسالت	
38	فصل چہارم	۷
	♦۔ سیدہ آمنہ کی آغوش میں	
42	فصل پنجم	۸
	♦۔ سرکار چلے آتے ہیں	
49	فصل ششم	۹
	♦۔ محفل میلا دشریف	
55	فصل ہفتم	۱۰
	♦۔ اللہ کے احسان عظیم کی تعظیم	
65	فصل ہشتم	۱۱
	♦۔ صبح شب ولادت	



## انتساب

حرم نبوی کی مقدس و منور قضاؤں میں  
ماہ رمضان کی ستائیسویں شب کے  
آخری لمحات میں مل کر جدا ہو جانے والے  
پیکرِ اخلاص عرب نوجوان کے نام !  
جس کا اسم گرامی ”محمد“ تھا۔

75	فصل نہم ♦ اللہ اللہ وہ بچنے کی پھین	۱۲
83	فصل دہم ♦ حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم	۱۳
98	فصل یازدہم ♦ کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصاف حمیدہ	۱۴
105	فصل سوازدہم ♦ تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ	۱۵
113	فصل سیزدہم ♦ ایمان کی جان	۱۶
123	فصل چھارہم ♦ دعاء۔ صلوٰۃ و سلام	۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقدیم

از علامہ مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی  
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد حضرات انبیاء علیہم السلام کا میلااد بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ان کی ولادت، آمد، بچپن، دایہ اور دودھ پینے تک کے واقعات کا تذکرہ موجود ہے۔ مثلاً سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ چیزیں بڑی واضح طور پر ملیں گی۔

۱۔ ان کی ولادت کے خوف کی وجہ سے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل۔

۲۔ بنی اسرائیل کی بچیوں کو باقی رکھنا۔

۳۔ ولادت کے موقع پر والدہ کا دودھ پینا۔ ارشاد فرمایا:

و اوحینالی ام موسیٰ ان از ضعیفہ

ہم نے موسیٰ کی والدہ کو انہیں دودھ پلانے کا حکم دیا۔

۴۔ پھر انہیں سمندر میں بہا دینے کا تذکرہ ہے۔

والمقیہ فی الیم

۵۔ والدہ کو فرمایا تم بے خوف و ترس نہ بنیں کرنا۔

ولا تخافی ولا تحزنی **الفرعون** الیک وجاعلوہ من المرسلین۔

نہ خوف کرنا اور نہ غم، ہم انہیں تمہاری طرف لوٹا دیں گے اور اپنا رسول بنا لیں گے۔

۶۔ فرعون کے اٹھانے کا تذکرہ ہے۔

فالتقطہ آل فرعون۔ فرعون کے لوگوں نے بچے کو پکڑ لیا۔

۷۔ فرعون کی بیوی نے آپ سے پیار کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

قوت عین لی ولک۔ یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

۸۔ اسے قتل نہ کرنا بلکہ بیٹا بنا لیں۔

عسی ان ینفعنا اولتخذہ ولد

ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔

۹۔ بعد میں والدہ کی پریشانی کا تذکرہ۔

واصبح فؤادام موسیٰ فرغاً۔ موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔

۱۰۔ پیچھے پیچھے ہمیشہ کو جانے کا حکم۔

وفالت لاحتہ قصیدہ والدہ نے موسیٰ کی ہمیشہ کو پیچھے جانے کا کہا۔

۱۱۔ ہمیشہ کے پیچھے جانے کا انداز بیان کیا۔

فبصرت بہ عن جنبہ وهم لایشعرون

وہ موسیٰ کو دور ہی دور سے دیکھتی رہی اور فرعونوں کو اس کا علم نہ ہوا۔

۱۲۔ دایوں اور ان کا دودھ نہ پینے کا تذکرہ۔

وحر مناعلیہ المراضع من قبل ہم نے موسیٰ پر دایوں کا دودھ حرام کر دیا۔

۱۳۔ ہمیشہ کی نشاندہی و رہنمائی۔

هل ادلکم علی اهل بیت یکفلونہ لکم وهم لہ ناصحون

کیا میں تمہیں ایسا گھر بتا دوں جو اس بچے کی تمہارے لئے پرورش کرے اور اس

بچے کے خیر خواہ بھی ہوں۔

۱۴۔ والدہ کے پاس واپسی کا ذکر۔

فرددلہ الی امہ پس ہم نے انہیں ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا۔

۱۵۔ واپسی کی حکمت۔

کسی تفریح عینہا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔

۱۶۔ آپ کی جوانی کا ذکر۔

ولما بلغ اشدہ واستوی جب موسیٰ جوان ہوئے اور پورے توانا ہو گئے۔

۱۷۔ شہر میں داخل۔

ودخل المدینة علی حین موسیٰ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے۔

۱۸۔ ان کے سامنے دو آدمیوں کا لڑنا۔

فوجد فیہا رجلین یقتتلین تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا۔

۱۹۔ ان کے سے آدمی کا مرجانا۔

فوکزه موسیٰ فقصی علیہ موسیٰ نے مکا مارا جس سے اس کا کام ہو گیا۔

۲۰۔ معافی کی دعا۔

رَبِّ انی ظلمت نفسی فاغفر لی

میرے رب میں زیادتی کر بیٹھا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

۲۱۔ شہر میں خبر لینے کے لئے داخل ہونا۔

فاصبح فی المدینة خائفًا یترقب حالت اندیشہ میں خبر لینے شہر گئے۔

۲۲۔ آدمی آکر قتل کی اطلاع دینا۔

وجاء رجل من اقصى المدینة یسعی قال یئوسی ان الملاء یاتمرون

بک یقتلوك

شہر کے آخری کونے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ یہاں کے

سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔

۲۳۔ وہاں سے مدین روانگی۔

ولما توجه تلقاء مدین اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔

۲۴۔ مدین کے کنوئیں پہ۔

ولما ورد ماء مدین۔ مدین کے پانی پہ پہنچے۔

۲۵۔ لوگوں کی جماعت دیکھی۔

وجد علیہ امة من الناس یسقون

لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی تھی۔

۲۶۔ وہاں دو خواتین بھی تھیں۔

ووجد من دونہم امراتین تذودان

دو خواتین الگ تھیں جو جانوروں کو روک رہی تھیں۔

۲۷۔ حال پوچھا تو انہوں نے بتایا۔

وابوفاشیخ کبیر ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

۲۸۔ ان کی بکریوں کو پانی پلایا۔

فسقی لہمائم تولی الی الظل

ان کے جانوروں کو پلایا اور سائے کی طرف تھے۔

۲۹۔ ایک خاتون کا آنا۔

فجاءتہ تمشی علی استحياء

ان میں سے ایک خاتون پیکر حیا بن کر آئی۔

۳۰۔ اپنے والد گرامی کا پیغام پہنچایا۔ ان ابی یدعوک لیجزیک

میرے والد آپ کو اجرت دینے کے لئے بلارہے ہیں۔

۳۱۔ حضرت شعیب کو واقعہ سنایا۔

فلما جاءہ وفص علیہ القصص موسیٰ ان کے پاس گئے اور سارا ماجرا سنایا۔

۳۲۔ بیٹی کا مشورہ دینا۔

یابست استاجرہ آپ انہیں اپنے پاس ملازم رکھ لیں۔

۳۳۔ حضرت شعیب کا پیغام نکاح دینا۔

انہی اربہ ان انک حک میں تمہارے ساتھ نبی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

۳۴۔ آٹھ سال کی مدت کا تعین۔ علی ان ناجرنی ثمانی حجج

اس پر یہ کہ آپ آٹھ سال میرا ہاتھ بنا لیں گے۔

۳۵۔ وہاں سے اہلیہ کے ساتھ واپسی۔

وسار باہلہ اپنے اہل کو لے کر چلے۔

۳۶۔ آگ دیکھنا۔

انس من جانب الطور ناراً تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔

۳۷۔ آگ لینے جانا۔ انی جدوة من النار آگ کا انگارہ لاؤں۔

۳۸۔ درخت سے آواز کا سننا۔

انہی انا اللہ رب العالمین میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار

۳۹۔ جوتے اتار دو۔ فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس

نعلین اتار دو تم وادی مقدس میں ہو۔

۴۰۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

وما تملک بیمینک بنموسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

۴۱۔ یہ عصا ہے۔ ہی عصای یہ میرا عصا ہے۔

۴۲۔ اسے زمین پر پھینکو۔ القہا بنموسیٰ اے موسیٰ اسے پھینکو۔

۴۳۔ عصا کا سانپ بنا۔ فاذا ہی حیة وہ سانپ بن گیا۔

۴۴۔ جاؤ فرعون کے پاس۔

اذہب الی فرعون انه طعی جاؤ فرعون کی طرف وہ سرکش ہو گیا۔

اس کے بعد سورۃ طہ اور قصص کا مطالعہ کریں آپ کو ایک ایک چیز کا بیان ملے گا،

اسی طرح آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ مریم میں پڑھیں۔ سیدہ مریم سلام اللہ

علیہا کے حکم و رحم میں آپ کی تشریف آوری سے لے کر ولادت اور جمولے سے لے کر وصال

تک کا تذکرہ ملے گا۔ اسی طرح اس ذات اقدس نے قرآن کریم میں جا بجا اپنے محبوب

ﷺ کی عظمتوں کے بیان کے ساتھ ساتھ میلا و کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

۱۔ ولادت سے پہلے کا ذکر۔ وتقلبک فی الساجدین

اور تمہارے اہل ایمان میں منتقل ہونے کو بھی دیکھتا ہے۔

۲۔ ولادت کا ذکر۔ ووالدو ما ولد اور والد کی قسم اور مولود کی۔

۳۔ بچپن کا ذکر۔ الم یجدک یتیم افوی

کیا نہیں پایا اس نے تمہیں یتیم تو پناہ دی۔

۴۔ جوانی کا ذکر۔

لقد لبثت فیکم عمر آمن قبلہ میں اتنی عمر سے تمہارے اندر رہوں۔

۵۔ تمام عمر کا تذکرہ۔ لعمرک انہم لفی سکر تہم بعمہون

آپ کی ساری عمر کی قسم وہ نشے میں مدہوش تھے۔

نیز آپ کے اعضاء شریفہ کا ذکر، آپ سے نسبت رکھنے والی اشیاء کا ذکر، آپ کے

شہر، مکہ مکرمہ، دوست و احباب کا ذکر وغیرہ۔ کیا تمام تذکار واضح نہیں کر دیے کہ حضرات انبیاء

علیہم السلام خصوصاً اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے میلا و کا تذکرہ، اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے

ہاں نہایت پسندیدہ عمل ہے یہی وجہ ہے کہ روز اول سے ابد تک آپ کا تذکرہ جاری و ساری

ہے۔ بلکہ آپ کو یہ مقام بخشا: اِذَا ذُکِرْتُمْ فَسَبِّحُوْا

جب میرا ذکر ہو گا وہاں میرے ساتھ حبیب تمہارا بھی ذکر ہو گا۔

بچے کی ولادت سے لے کر دخول جنت اور بعد تک کوئی موقعہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے ساتھ اس کے محبوب نبی کا تذکرہ نہ ہو۔ امت مسلمہ کی کس قدر خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے ساتھ اس کے حبیب کا ذکر کرنا نصیب رہتا ہے۔ محافل میلاد النبی مقدس تذکار سے معمور

ہوتی ہیں۔ اسی سنت الہیہ پر عمل کرتے ہوئے ہر دور کے اہل علم نے اس مقدس موضوع پر لکھ کر اپنے اپنے ایمان کی جلا اور دنیا و آخرت میں حصول سرخروئی کا سامان کیا۔

## کتاب کا حصول:

آج سے دو سال قبل محترم امجد علی چشتی کاموکی والے بغداد و حرمین سے زیارات کے بعد واپس آئے تو انہوں نے بندہ کو یہ کتاب "الیمین والاسعاد بمولد خیر العباد" بطور تحفہ یہ کہتے ہوئے دی کہ میلا دشریف پر لکھنا اور اس موضوع پر کتب کی اشاعت آپ کا محبوب مشغلہ ہے اس لئے میں وہاں سے یہ کتاب آپ کے لئے لایا ہوں۔ کتاب دیکھ کر نہایت ہی ولی سکون میسر آیا کیونکہ کافی عرصہ سے اس کا نام سنا تھا مگر کتاب دستیاب نہ تھی، ان کا شکر یہ ادا کیا اور خیال کیا کہ موقع ملا تو اس کے ترجمہ کی سعادت خود حاصل کروں گا یا کسی اہل علم دوست سے اس کام کے لیے عرض کروں گا۔

## کتاب کا ترجمہ:

بحمد اللہ، یہ سعادت نامور عالم علامہ محمد شہزاد امجد دی سیفی کے لئے مقدر تھی، ایک دن بندہ کے ہاں تشریف لائے۔ کتاب دیکھی، خوش ہوئے اور ترجمہ کے لئے ساتھ لے گئے، میرا احساس ہے چونکہ مصنف نہایت صاحب ذوق تھے اس لئے ایسے ہی مترجم کی ضرورت و انتظار تھی جسے اللہ تعالیٰ نے محترم امجد دی صاحب کی صورت میں پورا فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف سے موصوف بھی اعلیٰ علمی ذوق کے مالک ہیں، ان کے ترجمہ کی ہر سطر بلکہ ہر لفظ اس پر شاہد ہے، انہوں نے نہ صرف مصنف کے ذوق کو آشکار کیا ہے بلکہ میلا دشریف پر پڑھنے والوں کو وجد آفریں تحریر و مواد بھی دیا ہے۔ ان کے ترجمہ سے محبت و شوق کا اندازہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ مصنف کے دیئے ہوئے حوالہ جات کی تخریج بھی کر دی جس سے کتاب کے مقام میں خوب اضافہ ہو گیا ہے۔ علامہ مجتہد دی

صرف صاحب علم و فضل ہی نہیں بلکہ مخلص اور باشعور فرد ہیں، وہ معاشرہ میں اعلیٰ اقدار کے حصول کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر اسی منزل کے حصول کے لئے وقف ہیں، ایسے افراد ہمارے لئے نعمت ہیں۔ ان کی دیگر تصانیف و تراجم بھی قابل دید و مطالعہ ہیں:

مترجم کی تالیفات و تراجم:

- ۱۔ کشف اللباس فی استجاب الملباس، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ:  
اس مختصر اور جامع فارسی تالیف کا ترجمہ دسمبر ۱۹۹۶ء میں سنی لٹریچر سوسائٹی، لاہور اور بعد ازاں "لباس نبوی" کے عنوان سے جوہر آباد، خوشاب سے شائع ہوا۔
- ۲۔ جذب و وجد از مولانا محمد ابراہیم افغانی کی فارسی تحریر کا اردو ترجمہ جو سنی لٹریچر سوسائٹی، لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔
- ۳۔ عرفان ذات:

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف "نفیۃ المصدور" کا اردو ترجمہ جولائی ۱۹۹۹ء اور مارچ ۲۰۰۰ء میں دارالاحیاء اور سنی لٹریچر سوسائٹی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

اس کا مبسوط علمی و تحقیقی مقدمہ ایک الگ مستقل مضمون کی صورت میں ماہنامہ "سوئے حجاز" اور دیالنگ ٹرسٹ لاہور کی سہ ماہی "منہاج" میں بھی شائع ہوا۔

۴۔ نماز اور حضور ﷺ کی دعاء:

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی علیہ الرحمۃ کی تصنیف عربی میں "السحفة المرغوبة فی الفضلیۃ الدعاء بعد المکتوبۃ" کا اردو ترجمہ جو اپریل ۱۹۹۹ء میں طبع ہوا اور بعد ازاں حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ کی تحریک پر ان کی مختصر تقریظ کے ساتھ مارچ ۲۰۰۰ء میں دوبارہ سنی لٹریچر سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

۵۔ فضائل دستار: افغانستان کے نامور اور جدید عالم دین حضرت علامہ ابوالاسفار علی محمد بلخی کی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ المشائخ پیراخذ زاده سیف الرحمن صاحب مبارک دامت برکاتہم العالیہ کے ارشاد کی تعمیل میں جولائی ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔

۶۔ مہر خراسان: مجموعہ مناقب: منظوم فارسی

اپنے پیرومرشد کی شان میں لکھے گئے فارسی قصائد و مناقب کا مجموعہ ہے جو اکتوبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔

۷۔ اربعین سیفی: چالیس احادیث کا مجموعہ ہے، جس میں ہر حدیث کا ترجمہ فارسی نظم میں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مختصر شرح اردو میں کر دی گئی ہے۔

۸۔ حوربص، علینا: (مجموعہ نعت) علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب کا نعتیہ کلام جو قرطاس پبلشرز کے زیر اہتمام ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔

۹۔ فضائل و برکات سورۃ فاتحہ جو بعد میں "اربعین فاتحہ" کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ سورۃ فاتحہ کے فضائل پر مشتمل چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جس کے متعدد ایڈیشن طبع ہوئے۔

۱۰۔ نوافل کی جماعت مکروہ ہے: فقہ حنفی کی روشنی میں کی گئی اس تحقیق کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔

۱۱۔ ثناء کا موسم: مجموعہ نعت: زیر طبع ہے۔

علاوہ ازیں متعدد علمی و تحقیقی مضامین اور مقدمے جو مختلف جرائد و رسائل اور تالیفات میں شائع ہو کر اہل علم تک پہنچے۔

کچھ مصنف کے بارے میں:

مصنف کا تعلق سلسلہ ادریسیہ کے سربراہ حجۃ الاسلام امام ادریس کتانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے اس خاندان نے مغرب میں اسلام کی جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا اسم گرامی سید محمد اور والد گرامی کا نام سید جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ

ہے، مصنف کے معاصر عالم مغرب کے عظیم محدث شیخ بدرالدین حسنی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں، اللہ کی قسم:

انما رأیت ولا سمعت بمثل هذا الرجل (مقدمہ کتاب ۶)

میں نے ان جیسا صاحب علم و فضل نہ دیکھا اور نہ سنا

علماء مغرب میں سے ایک عالم آپ کی شان میں کہتے ہیں، سیدی محمد اللہ کی قسم:

ما عهدناک فعلت خلاف الاولیٰ مند طفولک الی ان اختارک مولاک۔

ہم نے بچپن سے وصال تک تمہیں خلاف اولیٰ کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ایضاً: ۶)

شیخ غماری کے ہاں مصنف کا مقام:

عالم اسلام کے عظیم محدث شیخ ابوالفضل عبداللہ صدیق غماری رحمہ اللہ، مصنف سے اپنی ملاقات اور زیارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری زندگی کی ایک عظیم نیکی یہ ہے کہ میں نے ان کی زیارت کا شرف پایا ہے۔

بڑی طویل مدت کے بعد علامہ، محدث، ولی، عالم سیدی محمد بن جعفر الکتانی اپنے

وطن فاس تشریف لائے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر ان کا استقبال کیا، ان کی زیارت کے لئے

تمام آمد آئے اور ان کی واپسی کی مبارک بادیاں دینے لگے اور وہ دن عید کا سماں تھا۔ میں نے

بھی ان کی زیارت کی، اس سے پہلے بھی ان کے ہاں میرا آنا جانا تھا۔ مجھے چار پائی پر ساتھ

بٹھاتے، کھانا کھلاتے اور بعض اوقات اپنے مبارک ہاتھ سے بھی لقمہ کھلاتے، میرے والد

گرامی اور ان کے درمیان بڑی محبت کا رشتہ تھا، حتیٰ کہ جب رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ میں

ان کا وصال ہوا تو میں طنجبہ میں تھا تو میرے والد گرامی بہت روئے اور ان کی جدائی پر غمگین

ہوئے اور اس کا اثر ان پر کافی مدت رہا میں اپنی زندگی کی عظیم نیکیوں میں سے یہ شمار کرتا ہوں

کہ مجھے ان دو عظیم اماموں کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ جن کی نظیر ہمارے دور بلکہ اس

سے پہلے بھی نہیں، نہ علم میں نہ ورع میں، اور نہ ولایت و کردار میں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی رضا سے ہمیں بھی نفع مند فرمائے۔

(سہل التوفیق فی ترجمۃ عبداللہ بن الصدیق، ۲۰)

آگے چل کر ان کے صاحبزادہ سے ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

میں نے فاس کا سفر کیا:

فکننت ازاء العلامة سیدی الزمزمی ابن سیدی محمدا بن جعفر  
وکان یظلمنی علی مؤلفات والده ومنها کتاب العلم النبوی وهو فی جزئین  
بخط الدقیق الواضح۔

اور علامہ سیدی زمزمی بن محمد سیدی محمد بن جعفر سے ملاقات کی انہوں نے بھی مجھے  
اپنے والد گرامی کی بعض تصانیف بھی دکھائیں، ان میں دو جلدوں پر مشتمل کتاب تھی جس کا  
نام ”العلم النبوی“ تھا جو نہایت ہی واضح لیکن باریک خط میں تحریر تھی۔  
(سہل التوفیق فی ترجمۃ عبداللہ بن الصدیق، ۲۱)

نیچے مصنف کی کتب کی فہرست ہے اس میں تصوف کے عنوان کے تحت اس کتاب  
کا نام ”جلاء القلوب فی العلم المحمدي“ تحریر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تین  
اجزاء پر مشتمل ہے اور خود مصنف نے اس کے بارے میں لکھا:

ان لم اصبق الی مثلہ وضعاً و تحویراً  
ایسی کتاب اس سے پہلے تحریر نہیں کی گئی۔

### مصنف کی دیگر تصانیف

حضرت امام سید محمد بن جعفر الکتانی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۳۵ھ) نے تفسیر، حدیث،  
فقہ، تصوف، عقائد، تاریخ اور ادب جیسے وسیع موضوعات پر گرانقدر علمی تصنیفات چھوڑی

ہیں۔ ان کی مطبوعہ کتب کی فہرست درج ذیل ہے:-  
(علم حدیث:

- ۱۔ الرسالة المستطرفة ۲۔ شفاء الاسقام ۳۔ بلوغ المرام والقصد۔
- ۴۔ النظم المتناثر فی الحدیث المتواتر ۵۔ اسعاف الراغب۔
- ۶۔ نیل المنی والرسول بمعراج الرسول ۷۔ الدعامة فی احکام العمامة۔
- ۸۔ الاقاریل المفصلة ببيان حدیث البسمة۔
- ۹۔ الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد (کتاب خذا، جس کا ترجمہ آپ کے پیش  
نظر ہے۔)

ب۔ مواعد و نصائح:

- ۱۔ النصححة فی دعوة المسلمین للجهاد۔
  - ۲۔ ارشاد المالک لما یجب علیہ من مورساة الهالک۔
- ج۔ علم تاریخ:
- ۱۔ الازهار العاطرة الانفاس فی مناقب ادریس بن ادریس بانی فاس۔
  - ۲۔ سلوة الانفاس فی اعیان فاس۔

### غیر مطبوعہ تصنیفات

علم تفسیر:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”لیس البران تولوا و جوہکم قبل المشرق  
والمغرب“ کی تفسیر میں رسالہ۔
- ۲۔ سورة الاخلاص اور معوذتین کی تفسیر۔

۳- آیہ کریمہ "انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت" کی تفسیر میں مستقل رسالہ۔

علم حدیث:

۱- تعجیل البشارة للعامل بالاستخارة - مصنف فرماتے ہیں، یہ میری پہلی تصنیف ہے۔

۲- رسالہ فی تکلمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بغير اللغة العربیة۔

۳- رسالہ فیما لا یسع المحدث جہلہ ۲- شرح ختم مو طامالک۔

۵- شرح ختم صحیح البخاری - ۶- شرح ختم صحیح مسلم۔

۷- شرح ختم الشمائل النبویة - ۸- شرح ختم اول ترجمہ من

جامع الترمذی۔

۹- تخريج احادیث الشہاب القضاعی (تاکمیل)۔

۱۰- مسلسلات حدیثیہ اولیٰ - ۱۱- مسلسلات حدیثیہ ثانیہ۔

۱۲- اجازة فی اسانید الکتب الست و غیرہا فی کراستین۔

۱۳- اجازة فی تراجم شیوخ لہ - ۱۴- اجازة فیہا عدة فہارس۔

علم فقہ:

۱- سلوک السیل الواضح لبيان أن القبضة فی الصلوات کلہا مشہور و راجح۔

۲- ارشاد العلوم لمامہ العمل بالصیام۔

۳- رفع الملامة و دفع الاعتساف عن المالکی اذا بسمل فی الفریضة

خروجاً من الخلاف۔

۴- رسالہ فی لبس الحریر - ۵- رسالہ فی حکم الساعات الذهبیة۔

۶- رسالہ فی اقوال الفقہاء فی الحریر۔

۷- حاشیہ فی شرح سیادہ الصغیر للمرشد المعین (تاکمیل)

۸- حاشیہ فی شرح الجامع المنسوب لخلیل التاودی۔

۹- رسالہ فی حکم صلوٰۃ الجمعة لمن سافر دون مسافة القصر۔

۱۰- رسالہ فی احکام نسویۃ الحیض و غیرہ۔

۱۱- رسالہ فیما یعملہ المقیم ببلد لا ینقطع عنہا الغیم فی اکثر الاوقات

بحیث لا یتانی فیہا رؤیة الهلال۔

۱۲- رسالہ فی حکم السیادۃ فی الاسم النبوی۔

۱۳- رسالہ فی حکم الخنز و حقیقتہ و حکم مالیس بہ الخنز مما خلط فیہ

الحریر بغيرہ۔

۱۴- رسالہ فی مسائل خمس متعلقہ بالعید۔

۱۵- رسالہ فی مسائل ثلاث متعلقہ بالعید۔

علم تصوف:

۱- نصرۃ ذوی العرفان فیما حدثہ ل ذکر الہلیلۃ من الطبوع

والألحان۔

۲- شرح علی دلائل الخیرات (تاکمیل)

۳- للعارف باللہ الحاج المفضل البقالی فی طریقۃ للخاصۃ الخاصۃ۔

۴- رسالہ فی البسملة علی طریق الاشارة الی الجناب المحمدی۔

۵- رسالہ فی مسائل متعلقہ بسلب الارادۃ۔

۶- رسالہ فی الختم المحمدی۔

۷۔ جلاء القلوب فی العلم المحمدی (۳۔ مجلدات)

اس کے بارے میں مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "اس موضوع پر ایسی مفید اور

جامع کتاب اس سے پہلے تحریری شکل میں میری نظر سے نہیں گزری۔"

علم عقائد: البیان لما یرجع الأحوال المکلفین فی عقائد الایمان۔

علم التاریخ: الرحلة السامیة لمصر والاسکندریة والحجاز والبلاد

الشامیة۔

۲۔ النبذة فی تاریخ العائلة الکتانیة۔

علم الاجتماع:

۱۔ نصیحة اهل الاسلام بما یدفع عنهم داء الکفرة اللثام۔

۲۔ رسالة فی حکم الاحتماء بالنصاری۔

۳۔ رسالة فی آداب الدخول بالزوجة۔

۴۔ رسالة فی وجوب تناصر المسلمین علی اعدائهم الکافرین۔

۵۔ رسالة فی تعاطی الاعشاب الخبیثة۔

۶۔ اعلان الحججة واقامة البرهان علی منع ماعم و نشامن استعمال الدخان۔

علم الادب:

۱۔ شرح کتاب للسلطان مولای محمد العلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ مجموعۃ خطب (جامع ابوالبحرہ دیش دیئے گئے خطبوں کا مجموعہ)۔

۳۔ مجموعۃ رسائل السرویة واجتماعیة سائلًا فیہا او مجیبًا۔ (مکاتیب کا

مجموعہ، جو علمی و معاشرتی مسائل کے حوالے سے اہل خاندان، تلامذہ و طلباء اور عقیدت مند

علماء کے نام لکھے گئے خطوط پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں مصنف اور سلطان عبدالحمید العلوی،

الامیر محمد بن عبدالکریم الخطابی، ملک عبدالعزیز آل سعود اور امیر احمد الشریف السوسی وغیرہم

کے مابین ہونے والی تحریری مراسلت بھی شامل ہے۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف اور مترجم دونوں کو اس عمل مفید پر اجر عظیم عطا

فرمائے اور ہم سب کو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت کی سرشاریاں عطا فرمائے۔ میلاد

النبی ﷺ کی بہار کی برکت سے ہم سب کے ایمان کو بہار نصیب کرے۔ آمین۔

الفقیر الی اللہ

محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام

۳۰ رزی الحجۃ ۱۴۲۲ھ بروز جمعۃ المبارک

بوقت پورے گیارہ بجے دن



امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی علیہ الرحمۃ نے "الاعلان بالتوہج" میں لکھا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کے مولد (شریف) کو بہتوں نے مستقل کتابوں کا موضوع بنایا ہے۔ مثلاً: ابوالقاسم السنہی، ان کی "الذکر المعظم فی المولد المعظم" دو جلدوں میں ہے۔

العراقی، ابن الجزری اور ابن ناصر الدین۔ (الاعلان بالتوہج، ص: ۱۹۳، مترجم) ہماری کتاب کے مصنف امام محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ نے بھی میلا شریف کے عنوان پر لکھنے کی سعادت حاصل کرنے والے ائمہ و محدثین کی مختصر فہرست دی ہے۔

- ۱- حافظ ابوشامہ دمشقی الشافعی۔
- ۲- حافظ ابوالخیر ابن الجزری۔
- ۳- شیخ الامام ابوزکریا النووی الشافعی۔
- ۴- الحافظ ابوالخطاب ابن دحیہ۔
- ۵- الحافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی۔
- ۶- الحافظ ابن رجب الحنبلی۔
- ۷- حافظ زین الدین عراقی الاثری۔
- ۸- حافظ امام ابن حجر عسقلانی۔
- ۹- حافظ جلال الدین سیوطی۔
- ۱۰- شیخ الامام ابوالطیب السنہی۔
- ۱۱- عارف باللہ سیدی محمد بن عباد انظری۔ (الایمن والاسعاد، ص: ۲۴)

علاوہ ازیں

امام ابن کثیر الدمشقی، امام ابن حجر مکی، ملا علی القاری، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، شیخ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، شیخ محمد بن جعفر البرزنجی، علامہ محمد عالم آسی امرتسری، مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ ابوالحسن زید فاروقی، مولانا نعیم اللہ خان خیالی، سید محمد بن علوی مالکی، پروفیسر مسعود احمد مجددی مظہری، وغیرہم۔

## کتاب "الایمن والاسعاد"

پیش نظر کتاب "میلا شریف کے فیوض و برکات" جو ترجمہ ہے امام سید محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ کی تالیف "الایمن والاسعاد بمولد خیر العباد" کا، نہایت بابرکت اور ایمان افروز کیفیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

حضرت مصنف کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے کتاب کے مقدمہ نگار لکھتے ہیں:

"مناسب ہے کہ میں حضرت مصنف (امام محمد جعفر) کا شمار ائمہ کبار میں اس انداز سے کروں کہ آپ حدیث شریف کے علم میں امام بخاری، فقہ میں امام مالک، فلسفہ و عقلیات میں امام غزالی اور تصوف کے حقائق و دقائق میں امام ابن عربی علیہم الرحمۃ کی صف سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ فہم اسلام اور حقیقت تک رسائی کے اعتبار سے آپ اپنے جدا امجد جناب رسول اللہ ﷺ کے حقیقی نائب ہیں۔

دوران ترجمہ راقم نے ایک خاص روحانی کیف محسوس کیا جو یقیناً مصنف کے کمال اخلاص اور بارگاہِ خداوندی مصطفیٰ (ﷺ) میں مقبولیت کی علامات میں سے ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا علمی تبحر اور روحانی مقام و مرتبہ اس کتاب کے ہر حرف اور سطر سے جھلکتا ہے۔

ان کی شخصیت کا سب سے زیادہ قابل ذکر پہلو ان کا والہانہ عشق رسول ﷺ ہے مصنف کی بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے کامل وابستگی اور قلبی تعلق نہایت متاثر کن ہیں۔ یہ ان کے فیضان عشق اور تاثیر توجہ کی برکت تھی کہ مجھ ایسے قلیل لبھاعت سے ایسی مقبول کتاب کا ترجمہ ہو سکا۔

حضرت مصنف کا طرز تحریر ایک عاشق صادق اور عارف کامل جیسا ہے، ایک

والہذا شوق کا عالم جو ان کے علوم و معارف اور الفاظ و حروف کی صورت اختیار کر کے قلوب و ارواح میں رچ بس جاتا ہے۔

کتاب کا مجموعی تاثر ایسا ہے جیسے ایک عظیم محدث، امام وقت، عارف باللہ سیدزادہ اور قادر الکلام خطیب حلقہ عشاق اور مجمع احباب میں اپنے آقا و مولا امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کا میلا د بیان کر رہا ہے۔

شمائل و خصائل نبوی، کمالات رسالت، خلق عظیم، تذکار سیرت اور فضائل و محاسن کو احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مستند حوالوں سے مزین کر کے اہل فکر و نظر کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔

اپنے مخاطب و قاری کو یہ نکتہ علمی و ایمانی بھی سمجھاتا ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کا میلا د کیسے مناتے ہیں۔ حضور ﷺ کی محفل کیسے سجاتے ہیں۔ علوم و معارف کے جوہر کیسے لٹاتے ہیں۔ حبیب حق کی نعت کیسے سناتے ہیں۔ قلب و سینہ کو مدینہ کیسے بناتے ہیں، اور میلا د کا بیان کرنے کے لیے محفل میلا د میں صرف اہل علم کو ہی بلواتے ہیں۔

جو سیرت و شمائل نبوی کا مطالعہ گہری نظر اور کمال عقیدت سے کر چکا ہو۔ بارگاہ رسالت کے آداب سے واقف ہو۔ اس پاک ذات کے پاک کلام کے اسرار و رموز اور نزاکتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔

رطب و یابس سے محفوظ رہ کر صاف ستھرا اور پاکیزہ علمی و تحقیقی مواد سامعین تک منتقل کر سکتا ہو۔ نعت اور وعظ میں جہالت کا مظاہرہ کر کے بے ادبی کا مرتکب نہ ہوتا ہو۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا احسان ہے کہ انہوں نے میلا د شریف جیسے مقدس عنوان پر کتاب لکھ کر اہل محبت کو انہماک عقیدت کا درست طریقہ اور انداز سمجھایا ہے۔

آج جبکہ محفل نعت اور محفل میلا د کا فرق و امتیاز اٹھ چکا ہے، ایسی کتابوں کی ضرورت پہلے سے بہت زیادہ ہے۔

ہم اہل محبت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو ہر محفل میلا د کا لازمی جز بنا کر اس کے مضامین و مشتملات سے استفادہ کریں۔ اس علم و عشق سے لبریز صحیفے کو ہر محفل میلا د میں پڑھا اور سنا جائے تاکہ شکوک و شبہات کی دنیا میں بسنے والے یقین و اطمینان کی کیفیت سے ہمکنار ہو سکیں۔

دل بہ محبوب مجازی بستہ ایم

زیر جہت با یکدگر پیوستہ ایم

نگاہ لطف کا امیدوار

محمد شہزاد مجتہدی

دارالاحیاء، لاہور

۲۲ مارچ ۲۰۰۲ء

جمعة المبارک



الحمد لله الذي علم بالقلم وعلم الإنسان ما لم يعلم  
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

### فصل اول

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا  
عَظِيمًا اللَّهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطَيْبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَنَنَاةٍ، وَمُنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَّى  
وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحْنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

اے اللہ! ہماری محافل کو اپنے حبیب اعظم کے ذکر و نعت کی خوشبو سے معطر فرما  
اور ان کے نقش قدم کی پیروی کے شرف سے ہمیں مشرف فرما اور حضور اکرم ﷺ اور آپ کی  
آل اطہار پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور ہمیں صلوٰۃ و سلام کی برکت سے گردش  
زمانہ کی دستبرد سے نجات عطا فرما۔ آمین۔

تمام تعریفیں اس اللہ جل شانہ کیلئے ہیں جس نے کائنات کو معزز و مجید کے باعزت  
میلا سے عزت بخشی۔ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ مقدس نبی اور صاحب مقام محمود ہیں  
جو صاحب شفاعت کبریٰ اور مالک حوض کوثر ہیں، جو تمام ممکنہ خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔ بزرگ

والدین اور اجداد والے ہیں، خلاصہ کائنات اور اولاد آدم کے سردار ہیں۔ وہ جن کا نور روشن  
جبینوں میں منتقل ہوتا رہا اور ان کے میلا و ظہور قدسی سے سارا عالم متور ہو گیا اور ان کی صبح  
نوریں کے پھوٹنے سے تمام جہانوں پہ ہدایت و معرفت کے آفتاب طلوع ہو گئے۔

اور صلوٰۃ و سلام ان کے نور عام پر، مرتبہ و مقام پر، راہ حق نظام پر، قامت موزوں  
اندام پر، خانوادہ ذی اقتسام پر، عالی شان اکرام پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اور اطاعت  
گزاروں اور نسبت والوں پر بھی سلام و رحمت ہو۔

### آما بعدا

اے امت محمد مصطفیٰ! (ﷺ) خصوصاً سادات کرام اے شک اللہ تعالیٰ تھا اور  
کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی۔ اور کوئی بھی اس کے دائرہ شہود میں شریک نہ تھا۔ پس اس  
کی حکمت کاملہ نے تقاضا کیا، اور اس کی مشیت خاصہ اس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ کائنات کو  
تخلیق کیا جائے اور انہیں اس ذات اور اس ذات کی صفات یعنی عظمت و کمال اور رفعت  
شان سے متعارف کروایا جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے انوار احدیت و صمدیت سے  
حقیقت احمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتیمات والتسلیمات) کی تخلیق فرما کر اس کا آغاز  
کیا۔ تاکہ ذات خود ذات کے لیے اپنے جلال و جمال اور تقدیس کے پردوں میں متخلی ہو۔  
پس اس تجلی سے اس حقیقت کی وحدت ظہور میں آئی۔ جو اپنی ابتداء کے اعتبار  
سے بے مثل اور انتہا کے لحاظ سے لاثانی ٹھہری، تاکہ اس کی سبقت، فضیلت اور خصوصیت  
واضح ہو جائے اور رب العزت کی طرف سے اس پر ہونے والے احسانات و انعامات اور اس  
کی بارگاہ میں اس کے شرف و بزرگی کا اعلان بھی ہو جائے۔ اور آپ کی قدر و منزلت کا چرچا  
بھی ہو جائے۔ اور اس کا رتبہ بلند اور اعزاز زیادہ ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ حتمی طور پر "اول الخلق" ہیں۔ آپ سے پہلے نہ لوح و قلم تھے نہ آب و عرش نہ ہی ان کے سوا کوئی اور تھا۔ آپ نور کی صورت میں اپنے مولا کے سامنے اس کی بزرگ و برتر بارگاہ خاص میں قربت معنوی کی انتہائی منزل پر تھے۔

ہر چیز سے پہلے آپ ہی نے اس کی تسبیح و تعظیم کی، آپ ہی نے اس کی تکبیر و جلیل اور تقدیم کی کما حقہ تعریف و ثنا کا نذرانہ پیش کیا اور اس کے شایان شان اس کی صفات کا بہترین اظہار فرمایا۔

اتنا عرصہ کہ اس کی مدت و غایت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس کی مقدار کا اندازہ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے اس انعام و قرب سے نوازا ہے کسی اور کو ہو سکتا ہے۔

اور حق تعالیٰ شانہ نے اس عرصہ میں اپنے انوار سے اس کی تائید فرمائی۔ اور اسے اپنے فیوضات و اسرار سے بہرہ ور فرمایا اور اس پر وہ احسانات فرمائے جن کا علم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔ اور نہ اس کی خوشبو اس کے علاوہ انتہا درجے کی کوشش و کاوش کے باوجود بھی کوئی اور نہ سونگھ پاپا۔

یہی سبب ہے کہ اس مقام پر اپنے رب کے اولین عارف و عابد حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور اللہ کے شایان شان اس کے پہلے ثناء گستر آپ ہی ہیں۔ اور آپ ہی سب سے پہلے دائرہ ربوبیت و نورانیت کی تائید و حمایت سے نوازے گئے۔ آپ ہی ہیں جس کے لیے پہلے پہل حق تعالیٰ نے اپنے اسرار کے ساتھ جلوہ گری فرمائی اور اس کو اپنی عنایات و انکسالات اور تجلیات سے مستفیض فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کی تخلیق کا آغاز فرمایا اور آپ کو ایسے سانچے میں ڈھالا جس کی نظیر پہلے موجود نہ تھی تو اسی دوران ہر حسن و خوبی جو مشیت کو منظور تھی اس پیکر میں

و دیعت فرمادی۔

ازل سے ابدال آباد تک ابتداء و انتہاء کا مآخذ اسی کو ٹھہرایا۔ الغرض ہر تمنا اور آرزو کا نتیجہ اس کے پیکر سے ظاہر ہوا۔ یہی سبب ہے کہ عالم آب و خاک کا فروغ آپ ہی کے ظہور سے مربوط ہے مخلوقات اور عوام کی نشوونما آپ ہی سے ہے۔

حضور ﷺ اسی لئے "اصل اصول" یعنی ہر مخلوق کا منبع و مصدر ہیں اور ہر اصل کے لیے ذریعہ وصول ہیں۔ اور ہر فضیلت والے سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں۔ اور آپ ہر سبقت والے سے سابق تر ہیں۔ اور تمام بنی نوع انسان میں نسب و حسب کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہیں، اور تمام موجودات بشمول انسان کے روحانی باپ ہیں۔ اور ہر موجود کا باعث وجود آپ ہی ہیں۔ اور عدم سے ہستی کی طرف اس کے اخراج کا سبب بھی آپ ہی ہیں۔

"مطالع المسرات" میں نقل کیا گیا ہے:

ہمارے آقا عبد النور الشریف العمرانی اپنے شیخ ابو العباس النعمانی سے اور وہ اپنے شیخ ابو عبد اللہ بن سلطان سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا: تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا سیدی یا رسول اللہ! کیا آپ ملائکہ و مرسلین کی داد دینی کرنے والے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں میں فرشتوں، نبیوں، رسولوں اور اللہ کی ساری مخلوق کی داد دینی کرنے والا ہوں اور میں اصل موجودات ہوں۔ ابتداء و انتہاء ہوں اور میں ہی سب غایتوں کی غایت ہوں اور کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

## فصل سوم

عَطَّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطَيْبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَنَنَاةً، وَمَنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهَدَاةً، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةً  
وَسَلَامًا نَخْلُصُ بِهِمَا مِنْ مَحْنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

ہر موجود چیز قدیم ہو یا جدید خواہ اس کا تعلق کسی بھی زمانے اور عالم سے ہو یہاں  
تک کہ عناصر زمان و مکان بھی، عالم امکان میں ظہور پذیری کے لیے صاحب لولاک ﷺ  
کے محتاج ہیں۔ آپ کی برکت سے قائم اور نسبت عالی سے ممتاز ہیں اور ان کا سبب تخلیق بھی  
آپ ﷺ ہیں۔

ہر بزرگی، شرف، بخشش و عطا، نعمت و فضیلت اور عنایت و رحمت آپ ہی کے طفیل  
اتمام و تکمیل کو پہنچی ہے۔ سارے عوالم بالائی و فیزی، کثیر و قلیل، نجیف و ضخیم، عروج والے یا  
نزول والے، عیاں ہوں کہ نہاں آپ ہی کے باعث تھے، وجود و ظہور آپ ﷺ ہی کے سبب  
نوازے گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی طلعت ریزیوں سے ان کو اظہار نصیب ہوا اور آپ ہی سے  
ان کو سب کچھ ملا۔

آپ ﷺ ہر چیز کا وسیلہ ہیں اور آپ ہی کے واسطے سب کچھ تخلیق ہوا ہے۔ آپ  
ﷺ اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے امداد و طلب کرتے ہیں اور دوسری ہر چیز آپ کے وسیلے  
دواسطے سے فیض یاب ہوتی ہے۔ آپ ﷺ زمین اور افلاک والوں کے مددگار ہیں۔  
آپ ﷺ ستر پردوں والے (ملائکہ) اہل عالم بالا، اور آج تک زمین پر نازل ہونے والے  
اور پھر اوپر چڑھنے والے اور بلندی والے فرشتوں کے بھی مدد و معین ہیں۔

آپ ﷺ تمام جہانوں میں ہونے والے نیک اعمال کا سبب ہیں اور انبیاء و  
مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلامات کے لیے نبوت و رسالت کے منصب تک رسائی کا ذریعہ ہیں

اولیائے کاملین اور ملائکہ مکرمین کے لیے بھی مرحبہ قرب و حصول ولایت کا وسیلہ آپ ہی  
ہیں۔

علم حقیقت (طریقت و تصوف) جس سے محروم رہنے والا شخص فاسق ہے اور علم  
شریعت (فقہ و احکام) جس سے دور رہنے والا زندیق ہے۔ دونوں (علوم) کا منبع آپ ہی  
ہیں۔ آپ ہی کی ذات گرامی کے طفیل تمام موجودات کو گذشتہ ادوار میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں  
عطا ہوتی رہیں اور آج بھی جسے جو نعمت مل رہی ہے، آپ ہی کے حوالے سے مل رہی ہے۔  
نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وہ مخلوق ہیں جن کی حقیقی قدر و منزلت اور مرتبہ و عظمت کا  
اندازہ مخلوقات میں سے کوئی نہیں لگا سکتا۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سب سے اعلیٰ،  
افضل، بہترین اور لائق فخر نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے محبوب اقدس اور بلند شانوں  
والے رسول ﷺ عطا کر دیئے۔

اور یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ساری نعمتوں کا دار و مدار ہے اور وہ ”وسیلة کبریٰ“  
ہے جس کے توسل سے ہمارے مصائب و آلام نلتے ہیں۔ اور حضور ﷺ ہمارے ایسے محسن  
ہیں جن کی ہمارے اوپر ایسی منفرد کرم نوازیایاں ہیں، جن عنایات سے ہمارے آباء و اجداد،  
والدین اور عزیز و اقارب کی نوازشات کو کچھ نسبت نہیں ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ ہی ہمارے وجود و اعانت کا وسیلہ اور ہماری حیات و ارواح اور  
عافیت و سلامتی کی بقاء کا سبب ہیں۔

آپ ہی ہماری تکالیف و رنج سے خلاصی کا ذریعہ ہیں، اور ان شاء اللہ، اللہ کے  
فضل و کرم، جو وہ بخشش اور قدرت و عنایت سے جنت میں بھی ہمارے دائمی قیام کا وسیلہ آپ  
ﷺ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور قول کی طرف اشارہ ہے۔ بخیر دی۔

ہی ہوں گے اور ہمیں اس مہربان رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے نبی امین کے طفیل ہمیں اس (سعادت) سے محروم نہ رکھے۔ آمین

آپ ﷺ وہ فاتح ہیں جن کی برکت سے اللہ نے ہدایت کا بند دروازہ کھول دیا اور آپ ﷺ (کے وجود) سے کفر و گمراہی کے طبقات کو مٹا ڈالا اور آپ ﷺ (کی برکت) سے نفع بخش علوم اور نیک و مقبول اعمال کے راستے کشادہ فرمادیئے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیاں آپ کے صدقے عام ہو گئیں۔ بڑے بڑے ہوشیار اور چالاک قلوب مائل بحق ہو گئے۔ آپ کی آمد سے آنکھوں اور کانوں کے پردے اٹھ گئے اور غیروں کی طرف متوجہ نکاہیں، مشاہدہ حق میں مشغول ہو گئیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء بھی آپ سے ہوئی کیونکہ آپ ﷺ ہی کا نور سب سے پہلے تخلیق ہوا۔ اور آپ ہی پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوا۔ کیونکہ آپ کی بعثت اور تشریف آوری ان سب سے آخر میں ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ وہ رسول ہیں، جن کی رسالت تمام عالمین کے لیے ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین، گذشتہ ساری امتیں اور ان کے علاوہ ساری مخلوقات آپ پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ اور آپ وہ حبیب کردگار (ﷺ) ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو — ارض و سما، نہ ہوتے، طول و عرض نہ ہوتے، دوزخ و جنت، عرش و کرسی نہ ہوتے، جنات، ملائکہ اور انسان بھی نہ ہوتے، جیسا کہ احادیث و روایات صحیحہ اور صلحاء و عرفاء کے درست مکاشفات اس پر دلالت کرتے ہیں۔

### فصل سوم

عَطِّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطَيْبٍ ذَكَرَ حَبِيبَ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهَدَانِهِ، وَصَلَّى وَسَلِّمَ وَبَارَكَ وَعَلَى آلِهِ صَلَّى وَسَلَّمَ وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِخَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

پھر یہ بزرگی والا اور بے شمار نوازشات والا بابرکت نور، جب حق تعالیٰ شانہ نے اس نور میں سے انوار اخذ کیے اور کائنات کی مخلوقات کا تعین فرمایا، تو اس نور سے اپنی مشیت کے مطابق دیگر مخلوق و مظاہر کو پیدا کیا۔

آخر میں اللہ جل مجدہ الکریم نے اس کامل نور کو آدم علیہ السلام کی پشت (صلب) میں رکھا، تاکہ ان کے دل و دماغ میں نظم اور جوش قائم رہے اور یہ اس لیے بھی تھا کہ وہ اس سے منور اور مضبوط ہوں اور یہ نور ان کی پیشانی میں سورج کی طرح آب و تاب سے چمکے۔

حضرت امام محمد بن ابی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ سے شارح "الاکتفاء" نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خمیر (طہیت) کی تخلیق کے بارے میں نقل کیا ہے۔ جب دنیا کو بنے ہوئے سترہ ہزار سال گزر گئے، تو یہ نور اتم حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے معزز ترین فرزند اور نائب حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا جو عظیم المرتبت رسول اور نبی ہوئے ہیں۔

جس وقت حضرت سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے شیث علیہ السلام اور اپنی نسل میں آنے والے دیگر جانشینوں کو بالواسطہ مستقل وصیت جاری فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی اس نور کو ضائع نہ کرے اور اس جھلکتے چھلکتے راز کو فاش نہ کرے۔ سوائے پاکباز اور عفت مآب خواتین کے دوسری عورتوں سے متمتع نہ ہوا جائے۔ یہ وصیت مستقل طور پر نسل در نسل نافذ اور مستقل ہوتی رہی یہاں تک کہ مولا کریم نے اس نور کو حضرت سیدنا عبد اللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور ان سے مندرجہ

کو نین عظمت و بزرگی والی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھیر دیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کے نسب شریف کو والد اور والدہ دونوں کی طرف سے جاہلیت کی بدکاری و رآلودگی سے پاک رکھا، اور زمانہ جاہلیت کی نجاست اور میل کچیل سے نور محمدی (علیٰ صاحبہ السلام) کی برکت سے نہیں بچایا۔ اسی نور نے اپنی موافقت کرنے والے ہر شخص کو ہدایت بخشی۔

حضور اکرم ﷺ اپنے خالق و مولا اور رزاق کے ہاں ایسی قدر و منزلت والے ہیں کہ اس نے آپ کو سوائے اہل کمال کے اور اہل سیادت کے کسی اور کی طرف منتقل نہیں کیا اور انہیں اس کرامت سے نوازا کہ ان کے قریب دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کی برکت سے بارشیں برسا کرتی تھیں۔ آپ کے آباء اور امہات میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوا جو اللہ اور اس کے انبیاء و رسل پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور صاحب فضیلت نہ ہو یا اپنے تمام معاصرین سے افضل نہ ہو، یا سردار نہ ہو اور وقت کے اہل شرف و سیادت میں سے نہ ہو۔

مزید برآں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی پر انعام و احسان فرمایا اور آپ کی فضیلت و بزرگی میں اس طور اضافہ کیا، کہ آپ کے والدین کریمین کو آپ کے لیے زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے، تاکہ ان کا شمار آپ کے گروہ اور اُمت خاصہ میں ہو جائے۔ یہ ان دونوں (شخصیات) کی خصوصیت اور آپ ﷺ کا مجزہ ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف بخشا، عزت دی اور رفعت و منزلت سے نوازا۔ یہ امر نہ صرف لازم ہے بلکہ اعتقادات میں شامل ہے کیونکہ اکثر ائمہ و علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ اگرچہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں لیکن ضعیف روایت پر فضائل و مناقب میں بلا اختلاف عمل کیا جاتا ہے۔ پاکیزہ قلوب سے صادر ہونے والے کشف صحیح اور علم وسیع سے بھی اس (عقیدے) کی تائید ہوتی ہے۔

آپ کے والدین کریمین یا آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کے بارے میں (عیاذاً باللہ) جہنمی ہونے کا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی طرف سے اس کے جرم کے مطابق عتاب نازل ہو۔ ایسا شخص صدیقین و صالحین کے مراتب سے محروم ہی رہتا ہے۔ اور وہ اپنی تحقیق

اور اجتہاد کے اعتبار سے غلطی پر ہے اور اپنے افکار و نظریات کے لحاظ سے ناقص الفہم ہے۔ اور اگر بالفرض اس کا کہا صحیح ہے تو اُسے شرم آنی چاہیے اور اس قسم کے قول اور فتویٰ سے کتنی خرابی ہوتی ہے۔

اُن علماء کرام سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا جو رسول کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کی محبت میں سچے ہیں اور انہوں نے بے شمار تصانیف کے ذریعے اس عظیم بارگاہ کا مکمل اور جامع دفاع کیا۔ ان اہل دانش میں سے بعض اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: - **اِنَّ السَّيِّئِيْنَ يُؤْتُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعْنَتُهٗمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا** ۱۵

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس سے بڑی ایذا رسانی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ کوئی کہے، آپ ﷺ کے والدین (نعوذ باللہ) دوزخی ہیں۔

اسے اللہ اے غالب اور بخشنے والے ہمیں اپنی رحمت کی پناہ میں رکھنا۔

علماء کرام نے فرمایا ہے: - نبی اکرم ﷺ حقیقتاً اپنے نسب اور کنبے و قبیلے کے لحاظ سے تمام اہل زمین سے بہتر ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب فضیلت اور کمال کے اس مرتبہ پر قائم ہے کہ کوئی اور سلسلہ نسب خواہ کتنا ہی عالی مرتبہ ہو اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی آپ کی برادری، افضل الاقوام ہے اور آپ کا قبیلہ بہترین قبائل سے ہے اور آپ ہی کا خانوادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔ آل و اولاد بھی آپ ہی کی پاکیزہ و نفیس ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کی محبت پر کرے اور ہمارا حشر حضور اور آپ کی آل کے پرچم تلے کرے اور اُن ہی کے غلاموں کے زمرہ میں ہمیں شامل فرمائے۔ آمین۔

## فصل چہارم

عَطَّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَتَنَاؤُهُ، وَمَنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاؤِهِ، وَصَلَّى وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَّى  
وَسَلَامًا نَقْلُصُ بِهِمَا مِنْ مَخْنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

اور جب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ، کا نکاح  
مخدومہ عالم سیدہ نبی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور جناب عبد اللہ نے ان سے اختلاط کیا اور  
جماعت فرمائی، تو یہ معزز نوران کی طرف منتقل ہو گیا اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب  
ﷺ (کے نور) سے حاملہ ہوئیں۔

اکثر آئمہ کی تصریح کے مطابق حضور علیہ السلام کے علاوہ نوع انسانی میں سے کوئی  
اور آپ کے کطن مبارکہ میں نہیں ٹھہرا۔ جب یہ نور جناب عبد اللہ سے سیدہ آمنہ کی طرف منتقل  
ہوا تو یہ جمعۃ المبارک کی رات یا ماہ محرم رجب المرجب کی یکم اور شب دو شنبہ تھی۔ اس وقت  
(ابو بن نبی علیہ السلام) شعب ابی طالب میں درمیانی ستون (جرمۃ الوسطی) جیسے مقدس  
مقام کے قریب مقیم تھے۔

آپ ﷺ کے نور کی منتقلی (حمل) کے وقت عجیب و غریب علامات اور خرق عادت  
واقعات کا ظہور ہوا۔ تاکہ آپ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا بج جائے اور آپ کے بلند مقام و  
مرتبہ کا اعلان و اظہار ہو جائے۔ زمین و آسمان میں یہ بشارت سنادی گئی۔ اے کائنات  
واوا! سنو!

آمنہ سید البشر (کے نور) سے حاملہ ہو گئی ہیں.....

ساری دنیا کے بت منہ کے بل گر پڑے۔ بادشاہان عالم کی شان و شوکت ماند پڑ گئی  
اس صبح کو دیکھا کہ ہر بادشاہ گونگا ہو گیا اور پورا دن گونگوں نہ کر سکا البتہ اپنا مدعا اشاروں سے  
ظاہر کرتا تھا۔ قریش مکہ کا ہر مویشی اس رات بول اٹھا اور ہر ایک نے کہا، رب کعبہ کی قسم اللہ  
کے رسول ﷺ اور کل عالم کے امام، شکم مادر میں تشریف لے آئے ہیں۔ جبکہ ایک روایت  
میں ہے: عالم کے چارہ گر اور اہل عالم کے مہر منیر اپنی والدہ کے شکم میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔  
ایسے ہی اس رات کوئی گھر ایسا نہ تھا جو چمک نہ گیا ہو اور کوئی خطہ زمین نہ تھا جس  
میں روشنی اور فرحت سرایت نہ کر گئی ہو۔

مشرق کے حیوانات مغرب کے چوپایوں کی طرف بشارتیں دیتے ہوئے دوڑ  
رہے تھے۔

اسی طرح سمندری مخلوقات ایک دوسرے کو بہترین خلائق اور دونوں عالم کے دولہا  
کے ظہور کی خوش خبریاں سن رہے تھے فرش خاکی کا طول و عرض سرسبز ہو گیا۔ درختوں کی  
شاخیں قسم قسم کے ثمرات اور میوہ جات سے لد گئیں۔

اس سے پہلے اہل مکہ سخت تنگی اور طویل معاشی بد حالی میں مبتلا تھے۔ حضور علیہ  
السلام کی صورت میں انہیں "خیر کثیر" مل گئی اور عطیات و عنایات کے خزانے ان پر لٹا دیئے  
گئے لہذا اس سال کا نام "مَسْنَةُ الْفَتْحِ وَالْإِبْتِهَاجِ" یعنی "کشائش و خوشحالی والا سال"  
رکھ دیا گیا۔ کیونکہ اس سال پرچم حمد اور تاج کرامت والے (نبی علیہ السلام) رحم مادر میں  
ممکن ہوئے۔

سید شہابی بی آمنہ رضی اللہ عنہا خواب اور بیداری کے درمیانی عالم میں تھیں کہ انہیں  
بشارت دی گئی اور ان سے کہا گیا:

بے شک آپ سرور کونین ﷺ کے حمل سے ہیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی



## فصل پنجم

عَطِّرَ اللَّهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَتَنَاهَا، وَمَنْ عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاهَا، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّصْ بِهِمَا مِنْ مَخْنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں پورے نو ماہ یا دس ماہ تکمیل کشاہگی کے ساتھ، بلا تکلیف اس شان سے جلوہ فرما رہے کہ نہ کوئی زخم پیدا ہوا، نہ ہی آپ کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں کوئی بل (درد) ہوا اور نہ ہی کسی قسم کی بد بو ظاہر ہوئی۔ اور نہ ہی انہیں کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جیسا کہ حاملہ خواتین کو پیش آتا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

قسم بخدا میں نے اس سے زیادہ ہلکا پھلکا اور عظیم برکت والا حمل نہیں دیکھا۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے انہیں کہیں آنے جانے، چلنے پھرنے اور دوڑ دوڑنے والے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی۔

جب آپ کو حاملہ ہوئے چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور ان سے کہا: اے آمنہ! بے شک تم بہترین خلائق اور سرور کونین کے حمل سے ہو۔ جب تم اسے جننے کا شرف حاصل کر لو تو اس کا نام ”محمد“ رکھنا اور اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھنا اور وضع حمل سے پہلے کسی سے بھی اپنا حال بیان نہ کرنا۔

اور ابو نعیم اصفہانی نے عمرو بن قتیبة کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے:

قال: سمعت ابی وکان من اوعیة العلم، قال: لما حضرت آمنه

الولادة، قال الله لملائكته: افتحوا ابواب السماء كلها وابواب الجنان، وأبست الشمس يومئذ نورا عظيما -

(ترجمہ) عمرو بن قتیبة کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا، جو (علم کا برتن) یعنی بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے بیان کیا: جب سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنم دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: سارے آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس دن سورج کو نور کا عظیم لبادہ اوڑھایا گیا۔

اور ابو نعیم ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی نقل کی ہے:

قالت یعنی آمنه: ثم اخذني ما ياخذ النساء تعني من الطلق الذي هو وجع الولادة، ولم يعلم بي ذكر ولا أنثى، وإني لوحيدة في المنزل، وعبدالمطلب في طوافه، فسمعت وجبة عظيمة وأمرأ عظيمها نسي، ثم رأيت كأن جناح طائر أبيض قد مسح على فوادي، فذهب عني الزرع وكحل وجع أجده، ثم التفت: فإذا أنا بشربة بيضاء ظننتها لبناً، وكنت عطشى فشربتها، فإذ هي أحلى من العسل، وإصابني نور عالى، ثم رأيت نسوة كالتنخل طوالاً كأنهن من بنات عبدمناف يحدثن بي، فبينما أنا تعجب وأقول: وأغوثاه امن ابن علمن بي؟

قال في غير هذه الرواية: فقلن لي نحن أمية امرأة فرعون، ومريم بنت عمران وهؤلاء من الحور العين، واشتد بهي الأمر، وأنا اسمع الوجبة في كل ساعة اعظم وأهول مما تقدم، فبينما أنا كذلك إذا بديباج أبيض قد مُد من السماء إلى الأرض، وإذا بقابل يقول: خذاه يعني إذا ولد عن اعين الناس، قالت: ورأيت رجلاً قد وقفوا في الهواء بأيديهم أباريق من فضة، ثم

نظرت فاذا انالقطعة من الطير قد اقبلت حتى غطت حُجرتي، منافير هامن  
الزُمرُود، واجبت حُتها من الياقوت، فكشف الله عن بصري، فرأيت مشارق  
الأرض ومغاربها، ورأيت ثلاثة اعلام مضروبات، علماً بالمشرق وعلماً  
بالمغرب وعلماً على ظهر الكعبة، فاخذني المخاض فولدت سيدنا محمداً  
صلى الله عليه وسلم - الحديث -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

پھر مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو (حاملہ) عورتوں پر ہوتی ہے اور مجھے دروزہ  
شروع ہو گیا، جو ولادت کے وقت ہوتا ہے۔ میری حالت سے کوئی مردوزن آگاہ نہ تھا اور  
میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت عبدالمطلب حرم کعبہ میں طواف کر رہے تھے۔ اتنے میں، میں  
نے کسی اہم واقعہ سے پہلے ہونے والے دھماکے کی سی آواز سنی، جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا،  
پھر میں نے دیکھا جیسے کوئی سفید پرندہ اپنا پر میرے سینے پر پھیر رہا ہے، اس سے میری  
گھبراہٹ اور درپیش تکلیف دور ہو گئی۔

پھر میں نے دیکھا کہ سفید مشروب ہے جو میرے خیال میں دودھ تھا مجھے پیاس  
لگ رہی تھی سو میں نے اسے پی لیا۔ یہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر بہت زیادہ نور میرے  
اوپر چھا گیا۔ پھر میں نے سر و قد عورتیں دیکھیں جو بنو ہاشم کی دو شیزاؤں جیسی تھیں۔ انہوں  
نے چاروں اطراف سے میرے گرد حلقہ بنا لیا۔ میں سخت تعجب کے عالم میں تھی: میرے اللہ!  
انہوں نے مجھے کیسے جان لیا؟

ایک دوسری روایت میں ہے:

ان کے بعد سے کچھ عرصہ تک ہم کعبہ کے دروازے پر بیٹھے اور میری بنت عمران ہیں اور یہ

خاص حوریں ہیں، معاملہ مجھ پر گراں تر ہوتا جا رہا تھا اور میں ہر گھڑی پہلے سے شدید دھماکے  
کی آواز سن رہی تھی۔ میں اسی عالم میں تھی کہ ایک سفید مٹھل کا کپڑا آسمان سے زمین کی طرف  
لگتا نظر آیا، اور ایک کہنے والے نے کہا: اسے ڈھانپ لو! یعنی جب (بچہ پیدا ہوا تو) اسے  
لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رکھو!  
سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے کچھ اشخاص دیکھے جو چاندی کے کٹورے ہاتھوں میں لیے ہوئے معلق  
تھے۔ پھر میں نے کافی سفید پرندے دیکھے جو چلے آ رہے تھے، یہاں تک کہ میرا حجرہ بھر گیا،  
ان کی چونچیں زمر داور پر یا قوت سے بنے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہ نے میری  
آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔ پھر میں نے  
تین جھنڈے نصب شدہ دیکھے، ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبہ کی  
چھت پر لگا دیکھا۔

پھر مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور میں نے سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کو جنم دیا۔

الحديث -

1- السلام عليك أيها الرسولُ مُحَمَّدُ صلى الله عليك وسلم -

السلام عليك يا سيدنا ومولانا محمد، صلى الله عليك وعلى آلك  
وسلم -

السلام عليك يا ابن سيدنا عبد الله ابن سيدنا عبد المطلب بن  
سيدنا هاشم، صلى الله عليك وعلى آلك وسلم -

السلام عليك يا من الله يعطى منا وفضلاً وهو لوساطته العظمى  
القاسم، صلى الله عليك وعلى آلك وسلم -

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ أَمْنَةَ الطَّاهِرَةِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ أَضْحَتْ أُمَّتُهُ بِوَجُودِهِ آمِنَةً ظَاهِرَةً، صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْبَشِيرُ النَّذِيرُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الدَّاعِي إِلَى اللَّهِ بِأَذِيهِ السِّرَاجُ الْمُنِيرُ، صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الصَّادِقُ الْأَمِينُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ بَعَثَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ

وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْفَاتِحُ الْخَاتِمُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ كُنِّيَتْهُ الْمَشْهُورَةُ أَبُو الْقَاسِمِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ

وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْخَلِيفَةُ الْأَعْظَمُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ هُوَ الْمَجْلِيُّ الْأَكْرَمُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى

آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ جَمِيعِ الْخَلَائِقِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ بِكُلِّ الْوُجُوهِ وَأَنْوَاعِ الطَّرَاقِي، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ

وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ جَنَابِكَ عَظِيمِ الْجَاهِ وَالْقَدْرِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ

وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ مَوْلَاكَ الْكَرِيمِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

السَّلَامُ عَلَيْكَ بِمَنْ أَنْارَ بِكَ الْوَجُودَ وَكَرَّمَكَ أَيُّ تَكْرِيمِ، صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ حَبِيبَ اللَّهِ وَخَلِيلَ اللَّهِ وَنَجِيَّ اللَّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ

وَعَلَى آلِكَ وَسَلَّمَ-

السَّلَامُ عَلَيْكَ بِكُلِّ سَلَامٍ أَوْجَدَهُ اللَّهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِكَ

وسلم-

ترجمہ:-

اے عالی مرتبت رسول! آپ پر سلام

اے ہمارے آقا و مولا محمد! آپ پر سلام

اے ہمارے سردار حضرت عبداللہ ابن حضرت عبدالمطلب ابن حضرت حاشم کے

لال! آپ پر سلام

اے وہ ذات کہ جسے اللہ نے اپنا فضل و احسان عطا فرما کر اپنے خزانوں کا قاسم بنا

دیا، آپ پر سلام

اے پاکیزہ خصال سیدہ آمنہ کے پیارے بیٹے! آپ پر سلام

اے وہ نورانی پیکر! جن کے وجود کی برکت سے ان کی اُمت چمک کر حفظ و امان

میں آگئی، آپ پر سلام

اے شیرا (خوشخبری سنانے والے) و نذیر (ڈر سنانے والے) آپ پر سلام

اے اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے، روشن آفتاب! آپ پر سلام

اے سچے اور امانت دار آپ پر سلام

اے وہ جنہیں اللہ نے سارے جہانوں کے لیے رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ بنا کر

بھیجا! آپ پر سلام

اے کھولنے والے اور ختم کرنے والے! آپ پر سلام

اے ابوالقاسم جیسی مشہور کنیت والے! آپ پر سلام

اے اللہ کے خلیفہ اعظم! آپ پر سلام

اے وہ جو سب سے بڑھ کر معزز و محترم ہے، آپ پر سلام

آپ پر تمام مخلوقات کی طرف سے سلام!

آپ پر ہر طرح، ہر قسم اور ہر جہت سے سلام!

آپ پر آپ ہی کی طرف سے بلند مرتبہ اور فخریہ سلام

آپ پر آپ کی عظیم المرتبت اور عالی قدر بارگاہ کا سلام!

آپ پر آپ کے مولا کریم کا سلام!

آپ پر اس ذات کی طرف سے سلام جس نے آپ کے وجود سے کونین کو اعزاز

بخشا اور آپ کو ہر قسم کی تکریم سے نوازا۔

اے اللہ کے حبیب! اے اللہ کے خلیل! اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام

آپ پر ہر وہ سلام جو اللہ کے علم میں ہے۔ صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک

### فصل ششم

عَطِرَ اَللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطَيْبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللّٰهِ الِاعْظَمِ وَتَنَاؤُهُ، وَمَنْ

عَلَيْنَا بِسُلُوْكَ سَبِيْلِهِ وَهَدَاةِ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ صَلَاةً

وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمْ مِنْ مَخَنِ الْوَقْتِ وَاهْوَالِهِ ۝

یہ بات ظاہر ہے کہ ولادت با سعادت اور معراج النبی ﷺ والی دونوں راتیں دنیا

کی دیگر تمام راتوں سے بلا حیل و حجت افضل ہیں۔ جیسا کہ واضح اور روشن ہے کہ جو کچھ ان دو

راتوں میں پیش آیا ہے اور وقوع پذیر ہوا ہے وہ ان دو کے علاوہ میں ناپید ہے۔

اسی طرح وہ دن جو ان راتوں کے اختتام پر طلوع ہوا، باقی تمام ایام سے افضل

ہے اور اس بات کا اظہار اسی موقع پر مناسب لگتا ہے اور یہ سب کچھ اگر واقعتاً ایسا ہی ہے تو یہ

دو راتیں اسی قابل ہیں کہ ان کی مثل (ہر سال) آنے والی رات کو شب عید کی طرح منایا

جائے اور نیکی و بھلائی کے موسم کے طور پر اسے اپنایا جائے۔ اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے

ہوئے اس میں اللہ کی کتاب مقدس بکثرت پڑھی جائے۔ اس کی نصف شب میں وہ امور بجا

لائے جائیں جو فرحت، مسرت اور اس کی فضیلت پر دلالت کرتے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس

نعمت عظمیٰ کے ملنے پر شکر ادا کیا جائے جو اس نے خاص میلاد کی رات (شب میلاد النبی ﷺ)

کو عنایت فرمائی۔

اس کے لئے ایسا طریقہ اپنایا جائے جو خلاف شرع نہ ہو اور نہ ہی میلاد منانے

والے کو ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کی جائے۔

سیرت نبویہ اور شمائل محمدیہ کے مؤلف علامہ شامی نے ذکر کیا ہے اور ان سے

سیدی حمدون ابن الحاج علیہ الرحمۃ نے اپنی منظوم شرح ”عقود الفاتحة“ میں نقل کیا ہے، ایک بزرگ (شیخ طریقت) نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا وہ کہتے ہیں: میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں فقہاء کے وہ اقوال عرض کیے جو وہ میلا شریف کے موقع پر محبت کے غلبے میں کیے جانے والے امور کے بارے میں کہتے ہیں۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”مَنْ فَرَّخَ بِنَا فَرَّخْنَا بِهِ“

جو ہماری خوشی میں شامل ہوتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا معروضات، اور اس خواب و مضمون کی تائید و تقویت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام دیلمی نے ”مسند الفردوس“ میں نقل کیا ہے اور ”جمع الجوامع“ اور ”کنز العمال“ میں بھی مذکور ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً ، انا اشرف الناس حسباً ولا فخر ،  
واكرم الناس قدراً ولا فخر ، ائبها الناس ، من انا ائبنا ، ومن اكرمنا اكرمنا ،  
ومن كاتبنا كاتبنا ، ومن شيع مواتنا شيعنا مواتنا ، ومن قام بحقنا قمنا بحقه  
الحديث :-

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

میں لوگوں میں سب سے اعلیٰ حسب والا ہوں، مگر کوئی فخر نہیں، اور میں لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور قدر والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

اے لوگو! جو ہماری موافقت کرے گا ہم اس کی موافقت کریں گے۔

اور جو ہماری عزت کرے گا ہم اسے عزت دیں گے۔ جو ہمارے ساتھ نباہے گا ہم

(ا) فردوس الاخبار، الدیلمی (۲۳۵-۵۰۹) جلد اول، ص: ۲۵۵، رقم حدیث: ۱۱۱، مطبوعہ مکتبۃ المکرمۃ۔

(ب) کنز العمال، لسان ما علی اللہ (۹۷۵-۱۵۶۷) الجزء الثانی عشر، ص: ۶۲، رقم حدیث: ۲۸۳۰۔ مطبوعہ دار المعارف  
الاسلامیہ۔ حیدرآباد، دکن۔ البند۔

اس کے ساتھ نبائیں گے۔ جو ہمارے جنازوں میں شامل ہوگا ہم اس کے جنازوں میں شامل ہوں گے اور جو ہمارے حقوق کا تحفظ کرے گا ہم اس کے حقوق کا تحفظ کریں گے۔ الحدیث۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اطاعت گزار کے لیے نبی کریم ﷺ کے انعامات اس کی کارکردگی سے کئی درجہ بہتر، افضل، کثیر اور شاندار ہوں گے کیونکہ عطائی کے شایان شان ہوتی ہے اور تحفہ، دینے والے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔

دنیوی بادشاہوں اور سرداروں کی عادت ہوتی ہے کہ تھوڑی خدمت کے بدلے بہت زیادہ اور بیش قیمت نوازشات فرماتے ہیں۔ تو دنیا و آخرت کے بادشاہوں کے آقا و مولا ﷺ کی شان عطا کیا ہوگی۔ وہ کہ اللہ کے تمام خزانوں کی کنجیاں جس کے ہاتھ میں ہیں اور آپ ان میں سے جہاں چاہیں، جیسے چاہیں ابتدا تا انتہاء خرچ کرنے کے مجاز ہیں۔

محافل میلاد کے بارے میں لوگ بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر اس میں چراغاں کرنے کا رجحان ہے جو سماعتوں اور بصارتوں کے لئے باعث فرحت ہوتا ہے۔ صدقات و خیرات کے علاوہ معنی بر عقیدت اعمال کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نعتیہ قصائد پڑھے جاتے ہیں، بلند آواز سے حیر الخلاق ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا جاتا ہے اور اس کے علاوہ وہ امور جن کی شریعت میں ممانعت نہیں اور عرف و عادت میں بھی جن کا بجالاتا معیوب نہ ہو۔ ائمہ محققین اور اکابر علوم ظاہر و باطن کے ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسے اعمال بجالانے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسے اعمال اگر اچھی نیت سے ہوں تو کرنے والے کے لیے بہترین اجر کی امید اور توقع ہے۔

والاعمال بالنیات، ولكل امریء ما نوى، ومارآه المسلمون

(ا) الجامع الصحیح للبخاری، ج: ۲، ص: ۲۰۰۔ مطبوعہ کراچی

(ب) الصحیح المسلم، جلد الثانی، ص: ۱۳۰، عن عمر بن خطاب، مطبوعہ کراچی۔

حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ - ۱

اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

اور جس (عمل) کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس عمل کو ہرگز بڑی بدعت یا ناپسندیدہ عمل نہیں کہنا چاہیے کیونکہ جب اس کافر (ابولہب) کو جس کی ساری عمر رحمت عالم ﷺ کے ساتھ صداقت میں گزری، اور اس نے آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہو گئی۔ اُس نے خواب میں اپنے بھائی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی کہ ہر دو شنبہ (پیر) کی رات اس کے عذاب میں بہت کمی کر دی جاتی ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت کی خوشخبری سنانے والی کنیز "ثویبہ" کو اس خبر کے سنانے کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا۔ تو اس مومن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جو سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ آپ کی دعوت برحق پر ایمان رکھنے والا ہے۔ اور آپ ﷺ کی کامل محبت تک رسائی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے والا ہے اور آپ کی شان و عظمت کی خوشی میں ہر مناسب طریقہ اختیار کرنے والا ہے۔

امام ابو نعیم اصفہانی حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک ایسا شخص مر گیا جس نے سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔

اہل قوم نے اسے پکڑ کر (حقارت سے) کوڑے کرکٹ پر پھینک دیا۔

۱ (ا) مستدرک حاکم: الجزء الثالث، ص ۸۳، مطبوعہ بیروت، لبنان۔

(ب) منوط امام محمد: ص ۱۳۰، مطبوعہ راج، ایم سعید کتب، کراچی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اسے اٹھا کر لائیں اور اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، یا اللہ! ساری قوم بنی اسرائیل گواہ ہے کہ اس نے سو سال تیری نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں وہ ایسا ہی تھا۔ مگر اس نے ایک بار تورات کھولی تھی اور اس کی نظر اس "متمد" ﷺ پر پڑ گئی تھی، تو اس نے اس پاک نام کو چوم لیا تھا اور آنکھوں سے لگا کر اس پر دُرو پڑھا تھا۔ لہذا میں نے اس کو جردیا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے اور ستر حوریں اس کے نکاح میں دے دیں۔

اس حکایت کو امام سیوطی نے "خصائص الکبریٰ" میں، امام شمس الدین سخاوی علیہ الرحمۃ نے "انقول البدیع" میں، امام طبری نے "سیرت النبی" میں اور سیّدی ابن عباد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "رسائل الکبریٰ" میں اور دیگر علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

دیکھو اس عظیم الشان کرم نوازی کا ربط اُس گنہگار شخص کی ذات سے کس طرح بے اختیار قائم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے گناہوں کا نام و نشان مٹ گیا اور اس کا ٹھکانہ شقاوت سے سعادت کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ اس نے امام الانبیاء ﷺ کے اسم عظیم کی تعظیم کی اور اپنی محبت و عقیدت بھری آنکھوں سے مَس کیا اور کمال اشتیاق و مروت سے اُس پر دُرو پڑھا۔

تو اس کا کیا عالم ہو گا جو آپ ﷺ کی محبت میں اپنا کثیر مال و زر صرف کرے اور اپنی تمام عمر ان کی اطاعت و پیروی میں بسر کرے اور کثرت سے آپ کی ذات پر صلوٰۃ و سلام پڑھے اور آپ کے اہل بیت و قرابت سے عقیدت رکھے اور آپ کی ذات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھنے والی ہر چیز کو محترم سمجھے۔

درج ذیل ائمہ اہل سنت نے محفل میلاد کو بدعت حسنة اور اعمال صالحہ میں شمار کیا ہے:

الحافظ ابو شامہ المدنی، مشق الشافعی، شیخ الاسلام امام ابو ذر کریم النوفی، الحافظ شمس الدین

ابوالخیر ابن الجزری، میلا کے موضوع پر آپ نے رسالہ "عَرَفَ التَّعْرِيفَ بِالمَوْلِدِ الشَّرِيفِ" تالیف کیا۔ الحافظ ابوالخطّاب ابن دحیہ آپ نے اس موضوع پر کتاب "التنویر بمولّد البشیر النذیر" تصنیف کی۔

الحافظ ابن رجب الحسینی، الحافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی، آپ نے کتاب "وزد الصادی بمولّد النبی الہادی" تصنیف کی۔ الحافظ زین الدین العراقی الاثری، حافظ ابن حجر عسقلانی، جنہوں نے میلا کی اصل صحیحین کی حدیث سے ثابت کی ہے۔ اور حافظ جلال الدین اسدی علیہم الرحمۃ جنہوں نے میلا کی ایک اور اصل حدیث سے ثابت کی ہے اور اس موضوع پر "حَسَنَ المَقْصِدِ فِی عَمَلِ المَوْلِدِ" کے نام سے رسالہ لکھا ہے۔ جس میں تفصیل سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ میلا کی محفل شرائط و آداب کے ساتھ کرنے والے کو اجر و ثواب اور نیکیاں ملتی ہیں۔ ساتھ ہی مخالفین میلا کا رد بلیغ کرتے ہوئے آخر تک ان کا تعاقب کیا ہے۔ اور شیخ و امام، الفقہ الاوحد ابو الطیب السبئی (حال مقیم قوص) جو اجنبی ماکی علماء میں سے ہیں۔ اور عارف باللہ بلکہ اپنے زمانے کے عارفین کے سردار، ابو عبد اللہ سیدی محمد عبّاد النفری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے "رسائل کبریٰ" کے بعض مقامات پر اس حوالے سے لکھا ہے۔ ان ائمہ کے علاوہ بھی بیشتر علماء نے اس موضوع پر بکثرت تصانیف چھوڑی ہیں۔

ہمارے ماکی اصحاب میں سے (ایک) تاج فاکہانی نے اس عمل (مولد) کو بدعت مذمومہ اور گھٹیا عمل سمجھا ہے (امام زرقانی) شرح "مواب اللہ نیہ" میں فرماتے ہیں: "امام جلال الدین سیدوطی علیہ الرحمۃ نے اس (فاکہانی) کے ایک ایک حرف کا کامل رد کیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا مزید لطف و کرم فرمائے۔ آمین۔

## فصل ہفتم

عَطَّرَ اللّٰهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللّٰهِ الِاعْظَمِ وَتَنَاؤُهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهَدَاؤُهُ، وَصَلَّى وَسَلَّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةً وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مَخْنِ الوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلا دہرتے ہوئے عین ذکر و ولادت کے وقت نعتیہ قصائد اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے قیام کرنے کا معمول بھی چلا آ رہا ہے۔ یہ مروجہ قیام اسلاف کے ہاں رائج نہیں تھا بلکہ ان کے بعد والے بزرگوں نے اسے اختیار کیا، درحقیقت یہ قیام (ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا) رسول اللہ ﷺ کی محفل میں موجودگی (بذلّت) کے تصور میں نہیں ہوتا جیسا کہ ایک مخصوص گروہ کا خیال ہے، جو اس پر بے جا اعتراض اور تشدد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عمل کا انکار کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ قیام تو محض خوشی اور مسرت کے اظہار کے لیے ہے اور ذوق فرحت و سرور اور جشن ہے آپ ﷺ کی اس عالم وجود میں جلوہ فرمائی کا اور اس دن میں عالم کی ہر شے پر ان کے انوار کی کرم فرمائی کا۔

اور یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر ہے جو اس نعمت کبریٰ اور عطیہ عظیم کے عطا فرمانے پر (ہماری طرف سے) تشکر کا بجا طور پر حق دار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر وہ لائسانی احسان ہے جو اس نے بلا استحقاق، کسی ظاہری سبب اور انکے کسی کمال و خوبی کو ملحوظ رکھے بغیر فرمایا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

(۱) حضرت مصنف نے عقاید صحیحہ کی درست ترجمانی فرمائی ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ فرماتے ہیں: "تشریح آوری حضور ﷺ کے اختیار میں ہے اور قیام تعظیمی ذکر و ولادت (ولادت) شریف کے لیے ہے۔ اور ہند عزوجل فرماتا ہے: "ومن يعظم شعائر الله فانهم لفقوى القلوب" اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی تو یہی لوں کا شرفی ہے۔ تہذیبی (قانونی رسوم) جلد ششم (تذہیب) ص: ۱۳۷

محسن اعظم نبی اکرم، رحمت عالم ﷺ کی نسبت شریفہ کے حوالے سے اظہار مسرت، رقص و قیام اور اس سے متعلقہ دیگر تمام امور کی مضبوط، لائق بھروسہ اور قابل اعتماد اصل شرع شریف میں موجود ہے۔

جس وقت رحمت کو نبین، سید عالمیان ﷺ مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو وہاں کے سیاہ فام حبشیوں نے آپ کی جلوہ فرمائی اور کرم نوازی کی خوشی میں آلات حرب و ضرب (جنگی اوزار) کے ساتھ جھوم جھوم کر روایتی رقص کا مظاہرہ کیا۔

اسے امام ابو داؤد جستانی علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سے روایت کیا ہے۔

ایسے ہی کسی عید (خوشی) کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں ان حضرات نے ڈھائیں اور نیزے (جنگی آلات) پکڑ کر اپنے مخصوص روایتی انداز میں کھیل کا مظاہرہ کیا اور رقص کی سی صورت اختیار کی، جبکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں انہیں دیکھ رہے تھے۔

(اس موقع پر) حضور ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے خوشی سے انہیں کلمات داد سے نوازا اور فرمایا:

ذُوْنَكُمْ يَا بَنِي آدَمَ، یعنی جَدُّوْا فِيمَا نَتَمَّ فِيْهِ مِنْ هَذَا اللَّعْبِ الْمَبَاحِ، الَّذِي لَا حَرَجَ فِيْهِ وَلَا جَنَاحَ۔

اے بنو آدَمَ! جاری رکھو! یعنی تم جس جائز کھیل میں مشغول ہو وہ اچھا بھی ہے اور شریعت میں ناپسندیدہ اور قابل مواخذہ بھی نہیں ہے۔

ان امور سے متعلقہ احادیث صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں مرقوم ہیں، اور علم حدیث کے ہر امام کی نظر میں لائق اعتبار اور قابل استدلال ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد الجزء الرابع، کتاب الادب رقم الحدیث - ۲۹۲۳ - مطبوعہ ریاض (عرب)

(۲) صحیح البخاری: جلد اول ص: ۶۵ من عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

أَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ كَانَ يُقْلَسُ لَهُ أَى يُضْرَبُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِالذَّقِّ وَالْغِنَاءِ يَوْمَ الْفِطْرِ، ذَكَرَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ۔

رسول اللہ ﷺ کے سامنے عید الفطر کے دن دف بجا کر اشعار پڑھے گئے۔ امام سیوطی نے اسے جامع الصغیر میں نقل کیا ہے۔

یہ سب کچھ دراصل بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی قربت پالینے اور آپ کے دیدار پر انوار کی خوشی میں تھا اور (خصوصاً) اس برکتوں والی عید کے موقع پر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان کے درمیان موجودگی کی برکت سے لائق صدر شک اور اشتیاق انگیز بن چکی تھی۔

اور حبشیوں کا یہ مظاہرہ (رقص) محض رسم و عادت کے طور پر نہ تھا، جیسا کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کیونکہ مسجد ان معاملات کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی یہ امور باہموم مساجد میں سرانجام پاتے ہیں۔

اسی طرح جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو بنو نجار کی بچیاں راستوں میں نکل کر دف بجاتی ہوئی بلند آواز سے یوں کہہ رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارِ مِنْ بَنِي النَّجَارِ

يَا حَبْلًا مَحْمَدًا مِنْ جَارِ

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، واہ! ہماری خوشی نصیبی کہ محمد ﷺ ہمارے جوار میں تشریف لے آئے ہیں۔

(۱) جامع الصغیر الجزء الثانی ص: ۱۱۹ مطبوعہ بیروت لبنان۔

ایضاً - سنن ابن ماجہ: جلد اول رقم الحدیث - ۱۳۰۳ - سنن ابی داؤد: جلد اول رقم الحدیث - ۱۳۰۳ -

بعض سیرت نگاران تا اضافہ کرتے ہیں:

فَمَرْحَبًا بِدَا النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ وَمَرْحَبًا بِسَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ - الحدیث  
خوش آمدید اے نبی مختار خوش آمدید اے صالحین کے سردار!

امام ابوسعید نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے اسے "شرف المصطفیٰ" میں نقل کیا ہے۔ جبکہ امام بیہقی اور ان کے استاذ امام حاکم نے اس روایت کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

غور کرو! کیا اس میں حضور علیہ السلام کے جمال جہاں آراء کی زیارت اور ان کی شان و شوکت سے تشریف آوری کی والہانہ خوشی کے علاوہ اور کچھ ہے؟

سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (۱)

أَنَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ مَرَّ بِبَعْضِ أَرْقِةِ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبُونَ  
بِذَقِيهِمْ وَيُغْنِيهِمْ وَيَقْلِنَ،

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَارِ بِأَخْبَدِ مُحَمَّدٍ مِنْ جَارٍ

فَقَالَ: عَلَيْهِ السَّلَامُ، اللَّهُ يَغْلِمُ أَنِّي أُجْبِكُنَّ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے ایک محلہ سے گزرے، تو وہاں موجود انصاری بچیوں نے اپنی دہلیں بجا کر استقبالِ نعمات گاتے ہوئے یوں کہا:

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں، اور ہماری کیا ہی سعادت مندی ہے کہ اللہ کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے جوار میں تشریف لے آئے ہیں۔

یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اے بچیو! اللہ جانتا ہے کہ میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں۔

(۱) سنن ابن ماجہ، جلد اول، کتاب النکاح رقم حدیث: ۱۸۹۹، طبع دار الفکر

اسی طرح وہ روایات بھی دیکھو! جن میں بعض صحابیات کا ذکر آیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے نذرمانی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی اکرم ﷺ سفر یا جہاد سے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے تو میں آپ کی صحیح سلامت اور بحفاظت واپسی کی خوشی میں، آپ کے رو بروی بجاؤں گی۔

لہذا حضور علیہ السلام نے ان سب کو اپنی اپنی نذر پوری کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اسی حوالے سے کئی روایات ایک سے زیادہ اسناد کے ساتھ مروی ہیں۔

سنن ابی داؤد، جامع الترمذی اور ان دو کے علاوہ بھی کتب حدیث میں ایسی احادیث مرقوم ہیں۔

جامع الترمذی کی روایت باب مناقب عمر میں ان الفاظ سے مروی ہے:

عَنْ بَرِيدَةَ: قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! الْآسَى كُنْتُ نَذَرْتُ أَنْ رَدَّتْ إِلَيْكَ صَالِحًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالذُّقِ وَأَتَغْنِي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ كُنْتَ نَذَرْتَ فَاضْرِبِي وَالْأَقْلَامَ، فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ - الحديث قال الترمذی حدیث حسن صحیح غریب من حدیث بریدہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت سیدہ بریدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ کے لیے تشریف لے گئے، جب لوٹ کر واپس آئے تو ایک سیاہ فام کنیر نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ، میں نے نذرمانی تھی، کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت واپس لے آیا، تو میں آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم نے واقعی منت مانی تھی تو دف بجا لو ورنہ نہیں، تو اس کنیر نے دف بجائی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: بریدہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(۱) جامع الترمذی: الجہد الثانی، ص ۲۰۰، مطبوعہ ص ۱۰۱ - میدانیہ کتب - کراچی

اس روایت کو سیدی ابن عباد علیہ الرحمۃ نے اپنے رسائل میں بالمعنی نقل کیا ہے۔ اور اس سے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کی ولادت یا سعادت کے اوقات میں اظہار خوشی کرتے ہوئے کسی نئے مباح عمل (کھیل تماشے) کا آغاز کرے اگرچہ بغیر کسی التزام اور منت کے ہو، تو کون سی چیز اس کے لیے ممانعت کا سبب ہے۔

شیخ فرماتے ہیں:

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تائیدی ارشادات مبارکہ نہ ہوتے، جن پر شریعت کا دار و مدار ہے تو یہ امور دین میں سب سے بڑی بدعت قرار پاتے۔ اسی قبیل سے ہے وہ روایت جسے امام عقیلی اور ابو نعیم اصفہانی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال: لما قدم جعفر من ارض الحبشة، تلقاه رسول الله ﷺ فلما نظر جعفر الى رسول الله ﷺ حجل، قال سفیان بن عیینہ من احد زواته يعنى منسى على رجل واحد اعظما منه لرسول الله ﷺ، فقبل رسول الله ﷺ بين عينيه، الحديث - (۱)

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ سے تشریف لائے تو حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات کی، جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی نظر چہرہ انور پر پڑی تو انہوں نے (حجل) رقص کیا۔ امام سفیان ابن عیینہ رحمہ اللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں: احتراماً اپنے ایک پاؤں پر چلنے لگے، تو حضور علیہ السلام نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

(۱) سنن ابی داؤد: مجلد الرابع، ص: ۳۵۶، حدیث رقم: ۴۰۰۰

سنن ابی داؤد کی احادیث نام شمسی سے مروی ہے جس میں "كَلَّمْتُمَا" (آپ نے انہیں سینے سے لگایا) لکھا ہے۔

”مسند احمد“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی روایت ہے جو حسن سے کم درجہ کی نہیں،

حجل زيد بن حارثة و جعفر و علي بين يديه ﷺ لما قال: لاؤل انت مولائي، وللشاسي انت انبهيك خلقي و خلقي، وللثالث انت ميني و انا منك - (۱)

ترجمہ: حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کیا، جبکہ آپ ﷺ نے پہلے کو فرمایا: تو میرا پیارا غلام ہے، دوسرے کو فرمایا: تو سیرت و صورت میں میرے مشابہہ ہے۔ اور تیسرے کو فرمایا: تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

اور طبقات ابن سعد میں ایک مرسل روایت یوں ہے جس کی سند امام ابن سعد کے نزدیک امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے۔

فقال جعفر فحجل حول النبي ﷺ دار عليه -

یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضور علیہ السلام کے ارد گرد حلقے کی صورت میں رقص کیا۔

والحجل: قال في النهاية: ان يرفع رجلاً ويقفز على الأخرى من الفرج - النهاية (نفت الحدیث) میں ہے۔ حجل کے معنی ہیں، فرط مسرت سے ایک پاؤں اٹھا کر دوسرے پاؤں پر اچھلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: هو رقص بهينة مخصوصة -

حجل: خاص حالت میں رقص کرنے کو کہتے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری، ج: ۲، ص: ۶۱۰، بیضا، ج: ۱، ص: ۳۷۲، مسند احمد، ج: ۵، ص: ۲۰۳

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حبشہ سے واپس آنے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کا رقص حضور علیہ السلام کی تعظیم و تکریم اور آپ کے دیدار کی خوشی اور احترام میں تھا۔ اور ان کے ساتھ دیگر دو اصحاب کا رقص اپنی تعریف سننے اور حضور علیہ السلام کے شرف مخاطبت کی لذت کے باعث تھا۔ اور اس بات کے شکرا نے میں تھا کہ حضور علیہ السلام نے کمال عزت و محبت اور قرب سے نوازتے ہوئے انہیں اپنی طرف نسبت عطا کی۔ اور یہ وہ عظیم کرم نوازی ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس فعل پر توقف فرمایا اور قول و فعل سے ان کی تردید نہیں کی۔

اسی طرح رقص و قیام بھی حضور علیہ السلام کے یوم ولادت کی خوشی اور کائنات میں ان کی جلوہ آرائی سے مشرف ہونے کی خوشی میں کیا جاتا ہے۔ جو بلا توقف اسی وقت ہوتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ اکثر مقتدایان علم و دین، اہل تقویٰ اور اہل نظر نے اس موضوع پر تصنیفات فرمائی ہیں اور جمہور علماء امت نے اس حوالے سے ان کی پیروی کی ہے۔

غور کیجئے! آج کل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم کے لیے جو قیام کیا جاتا ہے یعنی (کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے) اس میں کوئی مضائقہ ہے نہ پابندی، اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی شک و شبہ ہے کیونکہ اس کے جائز ہونے پر سلف و خلف (پہلے اور بعد والے علماء) کا اتفاق ہے۔

مشرق و مغرب کے تمام ائمہ (مذہب اربعہ کے فقہاء) نبی اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت، مواجہہ شریف میں حاضری اور تربت مقدس و مطہر و منور کے نزدیک (حالت) قیام کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات سے رحمت عالمیان ﷺ کا انصار کی خواتین اور ان کے چھوٹے بچوں کے لیے قیام فرمانا ثابت ہے۔ اسی طرح احادیث میں آپ ﷺ کا سیدتنا بی بی فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت علی و سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے لیے قیام فرمانا اور ان کے علاوہ بھی بعض (محترم) لوگوں کے لیے کھڑے ہونا مذکور ہے۔

امام ابن حجر کی رحمۃ اللہ نے "شرح منہاج" میں مضبوط اور مستند دلائل سے واضح کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسروں کے لیے (اعزازاً) قیام فرمانا ہمیشہ کا معمول تھا۔ ملائکہ کرام جو فوت ہو جانے والے کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں، ان کے اکرام کے لیے بھی آپ ﷺ نے قیام فرمایا، خواہ وہ جنازہ کسی غیر محترم یہودی کا ہی کیوں نہ ہوتا۔

اسی طرح یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے سرداران قوم اور معززین کے لیے احتراماً کھڑے ہونے کا حکم فرمایا، جب بھی کبھی کوئی صاحب سیادت انصاری یا بزرگ صحابی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو آپ فرمایا کرتے:

قوموا الی مسیدکم اوقال خیرکم۔ الحدیث (۱)

اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا! اپنے سے بہتر کے (استقبال کے) لیے کھڑے ہو جاؤ۔

یہ گمان کرنا کہ آپ ﷺ نے یہ حکم صرف ان صحابی کو سواری سے اتارنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا، بالکل غلط ہے۔ علماء محققین اور ائمہ کرام نے اس زعم کی تغلیط کے بیشتر اسباب اپنی تصنیفات میں بیان کیے ہیں۔

رہا آپ ﷺ کا اپنی حیات ظاہری میں، اپنے لیے تعظیماً کھڑے ہونے سے منع فرمانا تو اکثر و بیشتر علماء کے نزدیک یہ وہ ممانعت ہے جو بطور انکساری اور اپنے بعض حقوق کی معافی کے طور پر فرمائی گئی حالانکہ اس (قیام تعظیسی) کے آپ ﷺ بجا طور پر مستحق اور حق دار ہیں۔ (۱) واللہ اعلم۔

(۱) رحمت کو نہیں ﷺ کا ادب و احترام اور کرم و تعظیم ایمان کی جان اور اصل دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَسَوْفَ نُنَالِئُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَنَعَزُّوهُ وَنُقَرِّبُوهُ (الفتح آیت ۹) تم پر لازم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو۔

قاضی عیاض مابکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے احترام و ادب اور تعظیم و تکریم کو لازم و واجب کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: معزروا، کا مطلب یہ ہے کہ احترام کرو۔ اور امام ابن ابی عمیر دیکھتے ہیں: معزروا: نسبت نحو المعنی تعظیمہ: یعنی ان کا احترام سہل کی حد تک کرو۔ (الشفاء معریف حقوق المعصومین علیہ السلام ص ۲۳۲)  
حضرت امام شرف الدین ابومیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

ذُعِ مَا اَذْعَبَ النَّصْرِي لِي لِيْتِهِمْ  
وَاحْتَكَمَ بِمَنَاسِكِ مَنَاسِكِهِ وَاحْتَكَمَ

جو بات عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی وہ نہ کہہ  
(اس کے علاوہ) جو کچھ ان کی آفریقہ و توصیف میں تو چاہے بیان کر۔  
ان اوقات کے فرمودات کا خلاصہ تو یہ ہے کہ وہ قیام تعظیم جس کی خواہش رکھی جائے ممنوع ہے۔ اس طرح یوں کھڑے ہونا کوئی بڑا شخص بیٹھا ہو اور باقی سب اس کے لیے احتراماً مسلسل کھڑے ہوں یہ بھی شرعاً ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔  
حدیث شریف میں بھی مجیبوں جیسی ہیبت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔  
حضرت شیخ متقی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فیصلہ کن بات فرمائی ہے:  
وازیں جا معلوم سے شود کہ مکروہ و مکی عیرو دست داشتن برایتان مردم است بخد مت بطریق تعظیم و تکریم  
و آں چہ بریں ہونہ بود مکروہ ناپسند۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۹۹)  
یہاں سے معلوم ہوا کہ ممنوع و ناجائز یہ بات ہے کہ کوئی شخص ازراہ تکبر یہ خواہش کرے کہ لوگ اس کی خدمت و تعظیم کے لیے اور اس کی بڑائی کے لیے کھڑے ہوں، اور جو قیام اس قسم سے نہ ہو و مکروہ و ممنوع نہیں۔  
خلاصہ یہ کہ مکروہ و ناجائز قیام محبت نہیں بلکہ محبت قیام ہے۔ (مجددی)

### فصل ہشتم

عَطِّرَ اللَّهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَتَنَاءَهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاهُ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّصْ بِهَمَامِنِ مَخْنِ الْوَقْتِ وَاهْوَالِهِ ۝

صحیح حدیث (مسلم) کے مطابق بلا شک و شبہ آپ کو ولادت با سعادت دو شنبہ (بہار) کے دن ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ رات کا آخری پہر تھا "الابریر" نامی میں حضرت سیدی عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔

کچھ لوگوں نے لکھا کہ دن کا وقت تھا جبکہ بعض اہل علم فرماتے ہیں:

حدیث شریف کے بیان کی روشنی میں صبح صادق کے آثار ظاہر ہو چکے تھے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن تمام ائمہ محدثین کے نزدیک فضائل میں ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اس دوسرے قول پر اکثر علماء کا اتفاق ہے اور انہوں نے اس کی تصدیق کی ہے جبکہ مذکورہ بالا حدیث مسلم سے بھی اس احتمال کی تائید ہو گئی ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا تھا۔

اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولادت مبارکہ مکہ معظمہ میں رات کے آخری پہر (صبح صادق کے وقت) ایک بلند پہاڑی کے قریب اُس مشہور مقام پر ہوئی جو آج کل (مصنف کے زمانہ میں) مسجد میلا والی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے مشہور ہے۔ جبکہ قبل ازیں یہ ایک رہائش گاہ اور مکان تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ "خیرزانہ" نے حصول (۱) تصوف کی شہرہ آفاق کتاب جو حضرت لوط زماں سیدی عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ شیخ احمد بن مبارک سلجوسی (مفتی مصر) نے ان ملفوظات کو جمع کر کے تحریر کیا۔ اس کا جامع اردو ترجمہ اکثر پروفیسر محمد حسن علیہ الرحمہ کے قلم سے بعنوان "عزیزہ معارف" اشاعت ہو چکا ہے۔

عزیز زماں بنت عطاء الجرشیدیہ یمن کے علاقہ جرش کی رہنے والی تھی۔ بربر قوم سے تعلق رکھنے والی یہ حسین و جمیل کنیز شعر و ادب کا بھی اچھا ذوق رکھتی تھی۔ اس کی ذہانت اور حاضر جوابی سے متاثر ہو کر مشہور مہاسی خلیفہ محمد مہدی نے اسے خرید لیا اور پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ خیر زماں کے دو بیٹے موسیٰ العبادی اور ہارون الرشید کے بعد دیگرے خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ بغداد کی اس ہائٹ ملکہ کا انتقال ۳۱۷ھ یعنی ۹۲۹ء جمادی الاخر بر مطابق ۸۹۹ء بروز جمعہ المبارک ۱۰-۱۱ جنوری کے مطابق دہلی ہجرہ محمد بن سلیمان (ہارون کے بہنوئی) کا انتقال بھی اسی روز ہوا۔ مترجم۔

ثواب و قرب الہی کے لیے یہاں مسجد بنوادی تھی۔

اکثر علماء کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت موسم بہار میں ربیع الاول شریف کے مہینے میں ہوئی۔ پھر کچھ نے کہا سات ربیع الاول کو ہوئی۔ ”صاحب ابریز“ کا بھی یہی خیال ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کا دن تھا اکثر محدثین اور اہل تحقیق بھی اس طرف گئے ہیں۔

جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا، اہل مکہ کا عمل اس پر ہے اور ان کے علاوہ بھی لوگوں کی اکثریت اس پر عمل پیرا ہے۔

علماء کرام کی کثیر تعداد نے اس کو راجح (لائق اعتبار) قرار دیا ہے، اس حساب سے کہ عام الفیل کے اختتام کو اس وقت ایک ماہ بیس دن (۵۰ ایام) باقی تھے۔ (۱) صاحب ”ابریز“ فرماتے ہیں:

حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو عام الفیل میں، مگر ہوئی ہاتھیوں کے آنے سے پہلے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کے وجود اقدس کی بدولت ہی تو ہاتھیوں کو مکہ سے دور دھکیل دیا تھا۔

آپ ﷺ کی پیدائش بغیر کسی ناپاکی اور کدورت کے نہایت پاکیزگی کی حالت میں ہوئی، آپ اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، جو کہ قبلہ دعا بھی ہے اور عزت و تکرر والا مقام بھی ہے۔ آپ کی بقیہ انگلیاں بند تھیں۔ نہایت خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری اور تڑپ کے ساتھ لوازمات بندگی و علامات عہدیت لیے صرف اور صرف اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو کر غیر سے مکمل انقطاع کی کیفیت میں مسرور و منتون

(۱) حضرت شیخ تہذیب محمد دہلوی قدس سرہ ”مدارج نبوت“ جلد ۲، ص ۱۵۰ میں لکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ کسی وقت اور زمانے سے (نسبت) حضور علیہ السلام کے لیے اہل شرف نہیں، بلکہ جس وقت زمانے اور لیے کو حضور ﷺ سے نسبت ہوگی وہ حبرک و محترم ہو گیا۔ مجذوبی۔

(خندہ شدہ) دست قدرت الہیہ سے آراستہ و پیراستہ معطر و معطر ہو کر، عنایت ازلی کا سرمہ آنکھوں میں لگا کر جلوہ فرما ہوئے۔

بعض سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ: آپ کے دادا جناب عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کے نختے کیے اور آپ کا اسم گرامی (محمد) رکھا۔

اس خوشی میں کھانے اور دعوت (عقیقہ) کا اہتمام کر کے حضور علیہ السلام کا اعزاز و اکرام فرمایا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کے نختے فرشتوں نے شق صدر کے موقع پر اس وقت کیے جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تربیت و پرورش پا رہے تھے۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے ظہور قدسی کے وقت ایک ایسا نور دیکھا، جس کی تابانیوں میں انہیں شام کے محلات دکھائی دینے لگے، اور ولادت باسعادت کے وقت ساری زمین جگمگانی، ستارے خوشی اور عقیدت و احترام کے مارے آپ کی طرف جھکنے لگے، یہاں تک کہ آپ کے قرب و وصال کے حصول کے لیے عین ممکن تھا کہ وہ ارض خاک کی پر گر جاتے۔

جب ولادت باسعادت کی مبارک رات تھی تو سارے عالم میں عجیب و غریب علامات اور خرق عادت امور و واقعات کا ظہور ہوا۔ یہ آپ کی نبوت کی ابتداء اور آپ کے ظہور قدسی کے اعلان و احترام کے طور پر تھا۔

ان میں سے جنات کی آپ کے بارے میں خبریں ”یہودی، عیسائی، راہبوں اور عرب کاہنوں کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ کہ اس رات اللہ کے آخری نبی مختار اور خاتم الرسل ﷺ پیدا ہوئے ہیں، جن کا دین باقی ادیان کو منسوخ کر دے گا۔ ان علامات میں سے ایک کسری (شاہ ایران) کے محل کا تھر تھرانا اور یکے بعد دیگرے زلزلے کی زد میں آنا، اور ظاہری

طور پر معلوم و محسوس انداز سے متزلزل ہونا اور اس محل کے چودہ کنکروں کا ٹوٹ کر گر جانا بھی ہے۔

یہ سب نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم اور جلالت شان کے اظہار کے لیے تھا۔ حالانکہ محل اپنی مضبوطی اور استحکام کے اعتبار سے نہایت پختہ اور عالی شان عمارت ہوتی ہے۔ جسے بادشاہوں اور حکام کے لیے اس خیال سے تعمیر کیا جاتا ہے کہ اب قیمت اور صورت اسرافیل سے پہلے سے کوئی مسمار نہیں کر سکتا۔

ان علامات میں سے ایک فارس کے آتشکدہ کا بجھ جانا بھی ہے۔ جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے اور صبح و شام اسے روشن رکھتے تھے یہ آتش کدہ ہزار سال سے بجھا نہیں تھا اور اس کے آغاز سے لے کر اب تک اس کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

عام طور پر یہ طویل عرصے تک بجھنے کا نام نہیں لیتا تھا، اور بجھنے پر اسے فوری طور پر تقریباً گھڑی بھر میں پھر بھڑکا دیا جاتا تھا۔

ان ہی علامات میں سے ایک دریائے ساوہ کے پانی کا خشک (جذب) ہو جانا ہے ساوہ ایران کی مشہور و معروف بستیوں میں سے ایک ہے۔ جس کی وجہ شہرت مجوسیت اور آگ کی پرستش ہے۔ دریائے ساوہ کی لمبائی چوڑائی چھ فراسخ (۱) (اٹھارہ میل) سے کچھ زائد بنتی ہے۔ اس میں چلنے والی کشتیاں مسافروں کو قریبی خشک علاقوں تک پہنچانے کا کام دیتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی رات یہ (دریا) ایسا خشک ہو گیا، گویا کہ اس میں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔

آج کل شہر "ساوہ" اسی مقام پر آباد ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا درود و سلام ہو۔ ہر لمحہ و لحظہ اس کے پیارے نبی و حبیب (ﷺ) پر۔

(۱) ایک فرسخ میں تین میل ہوتے ہیں، اس کو فارسی میں فرسخ کہتے ہیں۔ فیث اللغات - نجدی۔

ان عجیب علامات میں سے ایک وادی "ساوہ" کا سیراب ہونا بھی ہے، جو کوفہ کے قریب ایک بے آب و گیاہ بستی تھی اور اس سے قبل اس میں پانی کا ہونا سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ لیکن شب ولادت شریفہ کی صبح یہاں سے موجیں مارتا، لہراتا اور بل کھاتا ہوا ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔

ایک علامت یہ ظاہر ہوئی کہ شہاب ثاقب سے آسمان کی حفاظت کا اہتمام کر دیا گیا۔ شہاب ثاقب آتشی شعلے (میزائل نما آگ) کی طرح کا ہوتا ہے جو دور سے مدہم اور مختصر دکھائی دینے والے ستارے کی مانند ہوتا ہے۔

باقی اس طرح شیاطین و جنات کو آسمانی راز چرانے سے روک دیا گیا کیونکہ کچھ باتیں ایسی باقی رہ جاتی تھیں جن سے آگاہی اور واقفیت کا حصول ان (جنات) کے لیے آسان تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْمَعُ الْآنَ يَجِدِلْهُ

شِبْهَاتِهَا ۚ صَدَأُ الْجِنِّ ۙ ۹

ترجمہ: اور یہ کہ پہلے ہم آسمان میں سننے کے لیے کچھ ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ پس اب جو سننے کی کوشش کرے گا تو اپنی تاک میں آگ کا شعلہ (آسمانی میزائل) پائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

کہ ابتدا میں جنات کے لیے آسمانوں میں کوئی پردہ نہیں تھا۔ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمان ان کے لیے ممنوع قرار دے دیئے گئے اور جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت طیبہ ہوئی تو ان کا داخلہ آسمانوں میں بند کر دیا گیا۔ اب ان

میں سے کوئی اگر گھات لگائے (چاسوسی کرنے) کے لیے جاتا تو اس کی طرف نہ پڑے کئے والے شہاب ثاقب داغے جاتے، جو اسے یا تو ہلاک کر دیتے، یا زخمی کر دیتے یا اسے جلا دیتے تھے۔

سرکارِ دود عالم رضی اللہ عنہ کو آٹھ خواتین نے دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا، پہلے سات دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے، پھر ابولہب کی آزاد کردہ کنیر ”ثویبہ“ نے چند ماہ شرف رضاعت حاصل کیا۔ تا آنکہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچ گئیں۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جنہیں سرکارِ دود عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بڑی سعادتیں، برکتیں اور مرادیں حاصل ہوئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے کہ بنو سعد کی ایک اور خاتون نے آپ کو دودھ پلا کر دارین کی سعادتیں حاصل کر لیں۔

ایک خاتون ”اُمّ فروہ“ نامی نے بھی شرف رضاعت حاصل کیا اور تمام نعمتیں سمیٹ لیں۔

مشہور قبیلہ بنی سلیم کی تین کنواری خواتین نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ ان میں سے ہر ایک کا نام عاتکہ تھا۔

اَلْوَيْسَةُ: درست الفاظ ہے، جسے عام طور پر فریہ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہ خوش بخت خاتون ہیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے انہوں نے ہی حضور علیہ السلام کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ اس وقت ثویبہ کی گود میں ان کا بیٹا مسروح تھا۔ اس سے قبل وہ حضرت مزہر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلا چکی تھیں۔ پھر ابو سلمہ عبد اللہ بن عبدالمطلب نے دودھ پلایا تھا۔ اس طرح مسروح، حضرت مزہر اور حضرت ابوسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی بھائی ٹھہرے۔ قیام مکہ کے دوران، جب بھی وہ آپ سے ملنے آتے تو آپ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں ان کی بڑی عزت و محرم کرتے تھے۔

ہجرت کے بعد بھی آپ اپنی رضائی ماں کے بارے میں، جو نیکے میں رہا کس پڑھیں، اکثر دریافت فرماتے رہتے تھے اور حقے شائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یثرب میں ٹھہرے وہاں ہی آپ کو ان کی وفات کی خبر ملی۔ ان کا بیٹا مسروح اپنی والدہ سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا۔ امام ذہبی، امام مستقانی اور امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ترجمہ (ارو دار و معارف اسلامیہ - جلد ۹)

ان تینوں خواتین نے آپ کو کسی کی آغوش میں گزرتے ہوئے دیکھ کر (فرط عقیدت سے) اپنا اپنا پستان پیش کیا اور آپ کے دہن اقدس سے لگایا، ان میں دودھ اتر آیا اور آپ نے نوش فرمایا۔

بعض علماء کا کہنا ہے، درج ذیل مشہور حدیث میں کمال مہربانی سے آپ نے ان ہی تین خواتین کو یاد فرمایا ہے:

اَنَا اَبْنُ الْعَوَائِكَ مِنْ سُلَيْمٍ ۱

میں بنو سلیم کی عفت مآب خواتین کا بیٹا ہوں۔

امام ابن العربی المعافری رحمۃ اللہ علیہ نے ”سراج المریدین“ میں لکھا ہے: جس بھی خوش بخت خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا، اسے دولت ایمان نصیب ہوئی اور اس نے اپنے مالک حقیقی سے تعلق جوڑ لیا۔

یہ بات دلوں کے لیے باعث تسکین و تقویت ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی عظمت و رفعت ہر حال میں، مختلف معاملات کو مجتمع کر کے ظاہر فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

اَنَّ الْجَنِّ وَالطَّيْرَ تَنَافَسَتْ فِي اِرْضَاعِهِ فَنَوَّذِيَتْ اَنْ كُفُّوا الْفَقْدَ الْاَجْرِيَّ  
اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ عَلَيَّ يَدِ الْاِنْسَانِ -

(۱) الجامع البصير، ج ۱، ص ۱۰۷، بیروت

۲ ابن العربی المعافری: ابو محمد بن عبد اللہ (بن محمد بن عبد اللہ بن احمد بن لامر بن) ہجرت ۲۲۸ شہان المعظم ۳۶۸ھ کو ایشیہ میں پیدا ہوئے۔ ائمہ کرام کا ہمدین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ایشیہ میں تاشی القنات کے عہد پر بھی قاضی رہے۔ ۳۵۳ھ میں قاسم بن نوٹ ہوئے۔  
”ادکام القرآن“: عارضۃ فلا حول فی شرح الترمذی ”اور“ احوالہم من القواہم ان کی مطلوبہ تفسیلات میں  
- حضرت ابن کثیر (اصو صم کے مرتب و محقق) نے ان کی ۳۵ تفسیلات کی فہرست مقدمہ کتاب میں دی ہے۔  
- صحیحہ ص ۱۰۱ نمبر پر ”سراج المریدین“ کا تذکرہ موجود ہے۔ (مترجم)۔

جنات اور طیور (پرندے) اس بات پر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مباحثہ کر رہے تھے کہ ہم حضور علیہ السلام کی خدمت رضاعت سرانجام دیں گے، کہ اتنے میں انہیں ندا دی گئی، خاموش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت انسانوں ہی کے سپرد کی ہے تاکہ محبوب کریم علیہ السلام بکمال راحت و احترام پرورش پائیں۔

لہذا اس سعادت عظمیٰ سے قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھنے والی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو مشرف کیا گیا۔ حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلہ کی نہایت سرکردہ خاتون تھیں۔ اپنے عزیز واقارب میں بے حد احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

سوائے نیک بختی اور بھلائی کے کچھ اور ان سے متوقع نہ تھا۔ جبکہ حضور علیہ السلام کی خدمت رضاعت کی برکت سے ان حسنت میں مزید اضافہ ہوا۔ ان کی معیشت میں فراخی خوشحالی اور کثرت ہو گئی اور انہیں طویل عمرت اور شدید تنگدستی و افلاس کے بعد توقع سے بڑھ کر بھیڑ بکریاں اور مال و متاع کی صورت میں آئی۔

بلکہ یہ فیوض و برکات نہ صرف حلیمہ بلکہ تمام قبیلہ بنو سعد کو حاصل ہوئے۔

”فتح الباری“ میں سیرت واقندی کے حوالے سے ہے:

انه عليه السلام تكلم في اول ما ولدو عند ابن عابد اول ما تكلم به حين خرج من بطن أمه، الله اكبر كبيراً أو الحمد لله كثيراً و سبحان الله بكرة وأصيلاً

حضور اکرم ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا، اور ابن عابد کے نزدیک آپ ﷺ

نے شکم مادر سے ظہور فرماتے ہی یہ الفاظ کہے:

الله اكبر كبيراً أو الحمد لله كثيراً و سبحان الله بكرة وأصيلاً

اللہ سب سے بڑا اور عظمت والا ہے۔ اور تمام تعریفیں بکثرت اسی کی ہیں، اور اللہ

کی پاکی ہے صبح بھی اور شام بھی۔

اور ”شواہد النبوة“ میں ہے:

روى ان رسول الله ﷺ لما وضع على الارض رفع رأسه وقال بلسان فصيح لا اله الا الله و انى رسول الله -

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب زمین پر لٹایا گیا تو آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھا کر واضح الفاظ میں فرمایا:

لا اله الا الله و انى رسول الله - اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

امام الشہیلی کی کتاب ”الروض الا نف“ میں واقندی کے حوالہ سے ہے:

آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی یوں فرمایا: جلال ربى الرفيع -

میرے رب کی شان بلند ہے۔ ان مختلف عبارتوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ آپ

ﷺ نے ان سب کلمات سے کلام فرمایا ہے۔

امام ابن سبیح نے خصائص میں ذکر کیا ہے:

حضور اکرم ﷺ کا جھولا شریف فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

امام ابو عبد اللہ مالک نیشاپوری، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں: عن انس رضی اللہ عنہ، ان رسول الله ﷺ كان آخر ما تكلم به: جلال ربى الرفيع فقد بلغت ثم قضى ﷺ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلمات فرمائے وہ یہ ہیں: جلال ربى الرفيع - تاکہ کہتا تھا کہ وصال ہو

کیا۔ (مترجم)

مستدرک حاکم: ج ۱، ص ۵۹، بیروت، لبنان۔

خطیب بغدادی، ابن عساکر اور امام بیہقی علیہم الرحمۃ وغیرہم نے روایت کیا ہے:

کہ جب حضور علیہ السلام اپنے پالنے میں ہوتے تھے تو چاند آپ سے باتیں کرتا تھا

اور آپ کو رونے سے روکتا تھا۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ اس سے باتیں اور گفتگو فرماتے ہوئے انگشت مبارکہ سے جس

طرف اشارہ فرماتے وہ اس طرف ہو جاتا تھا۔

اور آپ ﷺ چاند کے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہونے کی زوردار آواز

سماعت فرمایا کرتے تھے۔



## فصل نهم

عَطَّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَتَنَاوَهُ، وَمَنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهَدَاهُ، وَصَلَّى وَسَلِّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةً  
وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مِحْنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

رحمت عالم ﷺ کی نشوونما کا انداز عام لڑکوں کے پلنے بڑھنے سے بالکل مختلف تھا،  
آپ ﷺ کی (رفقار) افزائش ایک دن میں اتنی تھی جتنی عام بچوں کی ایک مہینے کی مدت میں  
ہوتی ہے۔

”شواهد النبوة“ میں ہے:

آپ ﷺ جب دو ماہ کے ہو گئے تو گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل بچوں کے ساتھ  
ساتھ ادھر ادھر جانے لگے، اور تین ماہ کے ہوئے تو اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔  
چار ماہ گزرے تو دیوار کو پکڑ کر چلنے لگے۔ پانچویں ماہ از خود چلنے لگے۔ چھ ماہ ہوئے تو  
تیز رفتاری سے چلنے لگے۔ جب آپ ﷺ سات ماہ کے ہوئے تو دوڑ کر ہر طرف آنے جانے  
لگے۔ اور جب آٹھ ماہ کے ہو گئے تو بولنا شروع کر دیا اور فصیح کلام فرمانے لگے۔ دس ماہ  
پورے ہوئے تو آپ ﷺ لڑکوں کے ساتھ تیز اندازی کرنے لگے۔

جب آپ کی رضاعت کی مدت پورے دو سال ہو چکی تو سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہا آپ کو ساتھ لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (أمّ اللین) کے پاس آگئیں اور  
ان کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ ﷺ کی مدت رضاعت کو بڑھا کر کچھ عرصہ مزید اس  
رحمت تمام کو ان کے ہمراہ رہنے دیں، تاکہ ان کی تربیت و پرورش اور زبان و بیان میں کمال

پختگی اور مہارت پیدا ہو جائے۔

صحیح قول کے مطابق جب آپ کی عمر مبارک چار سال ہوئی تو جبریل و میکائیل علیہما السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کا سینہ اقدس چاک کر کے قلب اطہر کو باہر نکالا اور اس میں سے سیاہ لوتھڑا نما کوئی چیز نکال کر پھینک دی۔

پھر دونوں نے کہا، اے معزز پیغمبر اور عظیم نبی اب یہ آپ کے ساتھ شیطان کی لذت کا سامان تھا۔ پھر ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا:

ان کو، ان کے دس ہتھیوں کے ساتھ تولو، تو اس نے آپ کا وزن ان کے ساتھ کیا، لیکن آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا سو (بندوں) کے ساتھ تولو مگر آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا ایک ہزار کے ساتھ تولو مگر آپ بھاری رہے۔ پھر اس نے کہا بس رہنے دوا خدا کی قسم اگر تم ان کو پوری امت کے ساتھ بھی تولو گے تو ان کا وزن زیادہ ہوگا۔

ان واقعات کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہو گئیں اور آپ علیہ السلام کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں جو اپنے لال کی جدائی میں مغموم اور رنجیدہ رہنے لگی تھیں۔

جس وقت سرور کونین ﷺ کی عمر مبارک چھ سال اور تین ماہ ہوئی تو مدینہ منورہ سے واپس آتے ہوئے مقام ”ابواء“ پر آپ کی والدہ کریمہ داغ مفارقت دے گئیں جبکہ آپ ﷺ ان کے ہمسر اور چلیں تھے۔

ابواء مکہ اور مدینہ کے مابین، مدینہ سے زیادہ نزدیک ایک قصبہ ہے جو تقریباً ایک

۱۔ ابن الداری، جلد ۱۱، ص: ۱۳، ملبوہ مکہ المنکرہ۔ عن ابی ذر غفاری

ع حضرت حلیمہ سعدیہ ہر چھ ماہ بعد آپ کو لائے آپ کی والدہ ماجدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑ گیا، حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئیں اور آپ وہوا کی موافقت کے پیش نظر مزید دو سال کے لیے حضرت حلیمہ کو خدمت کا موقع فراہم کر دیا گیا۔ بخاری

دن کی مسافت پر واقع ہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی تدفین مشہور صحیح اور مختار قول کے مطابق ابواء ہی میں ہوئی۔

ایک (ضعیف) قول کے مطابق انہیں مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے قریب دفن کیا گیا۔ (اللہ اس کے شرف میں اور اضافہ کرے)۔

جبکہ اہل مکہ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی قبر ”شعب ابی ذئب“ میں مقام نخون میں ہے۔ یہ بلند چوٹیوں والا ایک پہاڑ ہے۔

اور ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ وہ ”مغلاۃ“ (پہاڑی ڈھلوانی مقام) ہی میں دفن ہیں لیکن ”دارالکتب“ میں ہیں۔ یعنی ”شعب ابی ذئب“ میں نہیں۔ صاحب ”قاموس“ نے اسی پر اکتفاء کیا ہے لیکن صاحب ”تاج العروس“ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔ جبکہ بعض علماء نے کہا ہے:

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابتداء میں ”ابواء“ ہی میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر وہاں حفاظت و احترام سے موجود رہی لیکن بعد میں قبر کشائی کر کے مکہ معظمہ کے مقام ”نخون“ میں انہیں منتقل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب نے کمال شفقت و محبت سے آپ کی سرپرستی و کفالت کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ ﷺ حضرت عبدالمطلب کی دوسری تمام اولاد کے برعکس ان کی خلوت اور آرام کے وقت بھی ان کے ہاں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ (یعنی دادا کے نہایت چہیتے تھے)

آپ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ کے معزز دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے اور آپ کی کفالت کا ذمہ آپ ﷺ کے والد گرامی (حضرت عبد اللہ) کے سگے بھائی ابو طالب نے لے لیا۔

ابوطالب آپ سے شدید محبت کرتے تھے اور ایسی محبت آپ کے علاوہ انہیں کسی اور سے نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کو اپنے پاس ہی سلاتے اور جب بھی کہیں جانا ہوتا آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

جب حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف بارہ سال دو ماہ دس دن ہوئی، تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر تشریف لے گئے، یہاں تک کہ (شام کی سرحدی شہر) "بُضْرَى" پہنچے اور زُخیرہ الراہب نے وہاں پر آپ کو دیکھا، وہ آپ کی صفات کریمہ کی نمود سے آپ کو پہچان گیا اور آپ کے پاس آ کر آپ کا دست اقدس تمام کر کہنے لگا:

هَذَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ، هَذَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ، هَذَا بِيَعْتَهُ اللَّهُ رَحْمَةً  
اللْعَالَمِينَ۔ یہ تمام رسولوں کے سردار اور سارے جہانوں کے آقا ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ  
تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس سے پوچھا گیا کہ یہ سب تمہیں کیسے پتہ چلا؟

تو اس نے جواب دیا: جب تم کسی پہاڑی پر چڑھتے تھے، تو کوئی درخت اور پتھر ایسا  
نہیں تھا جو ان کو جگہ نہ کر رہا ہو اور یہ سوائے نبی کے کسی اور کو جگہ نہیں کیا کرتے۔

اور میں انہیں مہر نبوت کی وجہ سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے دونوں کندھوں کی ہڈی  
سے نیچے سب کی طرح بنی ہوئی ہے۔ اور ہم نے یہ سب نشانیاں اپنی کتاب توراہ میں سے  
اخذ کی ہیں۔

ابوطالب نے یہودیوں سے خطرہ کے پیش نظر آپ کو واپس لے جانے کا سوچا اور  
مکہ واپس لوٹ آئے۔

جب آپ ﷺ چودہ سال کی عمر کو پہنچے یا ابن ہشام کے قول کے مطابق پندرہ سال  
کے ہوئے یا ابن اسحاق کے مطابق بیس سال کے ہوئے تو "حرب فجار" (بروزن نجار) چھڑ  
گئی۔

یہ جنگ زمانہ جاہلیت میں قریش کے قبائل اور بنو قیس کے مابین ہوئی۔ حضور علیہ  
الصلوة والسلام نے بھی اس کے بعض ایام میں جنگ میں شرکت کی، آپ کے بعض چچاؤں  
نے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

فَكَسَتْ أَنْبُلُ عَلِيَّ عُمُو مَيْتِي: یعنی میں اپنے چچاؤں کو تیرا ٹھا کر دیتا تھا۔ اس  
جنگ کو "فجار" اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حرمت والے مہینے میں لڑی گئی، یعنی جن مہینوں میں قتل و  
غارت ہمیشہ کے لیے ممنوع و حرام تھی۔ لیکن ان سب قبائل نے ان مہینوں کی عظمت و حرمت  
کو اجتماعی طور پر پامال کرتے ہوئے ان کے تقدس کو مجروح کیا اور گناہ کے مرتکب ہوئے۔  
مسعودی کا کہنا ہے کہ ایسی چار جنگیں (فجار) عربوں میں لڑی گئیں۔

جب حضور علیہ السلام کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپ ﷺ حضرت خدیجہ  
رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر ان کے غلام مَيْسِرَةَ کی ہمراہی میں دوسری بار ملک  
شام تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ حضرت خدیجہ سے شادی کرنے سے پہلے کا ہے۔

آپ ﷺ نے بُضْرَى کے بازار میں مسطور راہب کی خانقاہ کے قریب ایک  
درخت کے نیچے قیام فرمایا:

راہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کے سر اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ  
دیا۔ اور کہنے لگا: اسْهَدْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول

لہذا کی لڑائیاں دو ہوئی ہیں۔ پہلی لڑائی اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر کم و بیش دس سال تھی، دوسری جنگ اس وقت ہوئی  
جب آپ کی عمر چودہ یا بیس سال بیان کی جاتی ہے۔ سجدہ دی

ہیں۔ آپ وہی نبی اُمّی (ﷺ) ہیں، جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا: کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے سوائے نبی آخر الزماں (ﷺ) کے کوئی اور نہیں بیٹھے گا۔

ائمہ سیرت اور حفاظ حدیث کی تصریحات کے مطابق حضور اکرم (ﷺ) کا ان دو مواقع اور دو سالوں کے علاوہ کسی وقت شام کی طرف سفر کرنا یا یہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔

شام سے واپسی کے دو ماہ بچیس دن بعد ماہ صفر کے آخر میں جبکہ آپ کی ولادت باسعادت کو چھبیس سال گزرے تھے، آپ (ﷺ) نے حضرت ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا، جن کی عمر اس وقت تقریباً چالیس سال تھی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی عفت و پاکبازی اور سلیقہ مندی کے باعث "طاہرہ" اور سیدۃ النساء (قریشی خواتین کی سردار) کے نام سے یاد کی جاتی تھیں۔ آپ تمام ازدواج مطہرات سے افضل ہیں۔ اور آپ ہی وہ نیک بخت خاتون ہیں جنہیں سب سے پہلے امام الانبیاء (ﷺ) کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ ہی اس اُمت میں سب سے پہلے ایمان سے مشرف ہوئیں۔

حضور علیہ السلام نے آپ کے ہوتے ہوئے نہ دوسرا نکاح فرمایا اور نہ ہی کسی لونڈی کو اپنے پاس رکھا۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں، سب سے پہلے آپ ہی کا انتقال ہوا۔ نبی کریم (ﷺ) کی تمام اولاد آپ ہی کے بطن سے ہوئی۔ سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے جو حضرت ام المؤمنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ کو مقوقس حاکم اسکندریہ (مصر) نے آپ (ﷺ) کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

مشہور قول کے مطابق جب آپ (ﷺ) کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال ہوئی تو

آپ قریش مکہ کے ساتھ کعبہ کی تعمیر میں شامل ہوئے اور ان کے ساتھ بھاری پتھر اٹھا کر لاتے رہے۔ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی ضرورت آتش زدگی یا سیلاب کے اثرات کی بناء پر پیش آئی تھی۔

باہم دوران تعمیر، جب حجر اسود کی تنصیب اس کے مقررہ مقام پر کرنے کا وقت آیا تو باہم اختلاف پیدا ہو گیا اور فیصلہ ہوا کہ اگلے دن حرم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے کو ثالث مان لیا جائے۔

اگلے دن سب کی نگاہوں نے دیکھا کہ مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سب سے پہلے جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ لہذا آپ (ﷺ) نے فیصلہ صادر فرمایا: کہ ایک طویل وعریض کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر ہر قبیلے کا سردار کپڑے کا کونہ پکڑ کر اٹھائے۔ جب حجر اسود کا مقام قریب آیا تو حضور اکرم (ﷺ) نے اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو پکڑ کر مقررہ جگہ نصب کر دیا۔ آپ کے اس عمل سے سرداران قریش کا باہمی اختلاف اسی وقت ختم ہو گیا۔

جب رسالت مآب (ﷺ) کی عمر مبارک پورے چالیس سال ہوئی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو تمام خلق کی طرف بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمادیا، آپ کی نبوت و رسالت کی بنیاد بلاشک و شبہ حق و صداقت (کے اصولوں) پر قائم تھی۔

لہذا آپ نے فیض رسالت (مخلوق تک) پہنچایا اور کفر و ضلالت اور جہالت کو مٹایا۔ اُمت کو دعوت و نصیحت کے ذریعے ہر مصیبت اور آفت سے نجات دلائی۔ یہاں تک کہ لوگ جوق در جوق اللہ رب العزت کے دین کو اختیار کرنے لگے اور راہ حق سے منحرف کر دینے والے طریقے سے منہ پھیرنے لگے۔

آپ (ﷺ) اعلان نبوت کے ابتدائی ایام میں اپنے رب کی عطا کردہ فضیلت کے باعث جہاں سے بھی گزرتے تھے، راستے کے درخت اور پتھروں کہتے تھے۔ اسلام علیک یا

رسول اللہ ﷺ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔ اعلان نبوت کے بعد آپ نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور وحی کا نزول اسی جگہ ہوتا رہا، اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں اسی طرح آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

رب تعالیٰ نے عمر مبارک کے تریسٹھویں (۶۳) سال کی ابتداء ہی میں آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس وقت آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں بیس سال بھی سفید نہ تھے۔

اہل علم نے نظم و نثر میں بکثرت ان واقعات اور معجزات کو کتابی صورت میں قلم بند کیا ہے جو آپ کے سبب یا آپ کے دست منتخب پر ظاہر ہوئے، اور جو علامات اور خرق عادات امور آپ کی نسبت اور مناسبت سے والدہ ماجدہ کے شکم میں جلوہ گری سے لے کر لمحوہ وصال تک ظہور پذیر ہوئے، ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

صلوات اللہ وسلامہ علیہ، وعلیٰ کل من ہو منہ والیہ ﷺ آپ پر اللہ کا صلوة و سلام ہو اور ہر اس شخص پر جو آپ کی بارگاہ سے کامل وابستگی رکھتا ہے۔ آمین



۱ (۱) جامع الترمذی جلد ثانی، ص ۲۰۳، مطبوعہ کراچی، ۱۔ م ترمذی نے حضرت ہار بن سرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ: ان سمکتہ ححررا کان نسلہم علیٰ لہالی بعثت انی لاعرفہ الا ان ۵ (ص ۲۰۳، ایضاً) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابتداء نبوت میں مکہ شریف کا ایک پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔ مترجم

(ب) سنن داری، ج ۲، ص ۱۵:

ح ترمذی جلد ثانی، ص ۲۰۳، مطبوعہ کراچی

## فصل ۳۵

عَجْرُ اللَّهْمَّ مَجَالِسَنَا بِطَيْبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمَنْ عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهَدَاهُ، وَضَلَّ وَسَلِّمْ وَبَارَكَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةٌ وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مَخَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

علماء کرام اور ائمہ محققین کے ارشادات کے مطابق اللہ کی مخلوق (خصوصاً) نسل انسانی کو اپنی تمام ضروریات زندگی سے زیادہ جس چیز کی احتیاج ہے، وہ معرفت رسالت مآب ﷺ ہے۔

یعنی آپ کے احوال و کیفیات اور صورت و سیرت سے آگاہی اور ان دینی و دنیوی محاسن و خصائص عالیہ سے واقفیت جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں جمع فرمائے ہیں۔

## چہرہ انور

آپ ﷺ کی ظاہری صفات میں سے یہ بھی روایات میں ہے، کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور ایسے دمکتا تھا جیسے چودھویں کی درخشاں رات میں بدر کامل چمکتا ہے۔

اللہ کی توفیق یافتہ کوئی بھی نگاہ جب پورے ذوق سے آپ کی طرف اٹھتی ہے، تو آپ کا چہرہ اقدس اسے سورج اور چاند کی طرح لگتا تھا، بلکہ رخ انوران دونوں سے کہیں بڑھ کر روشن اور تاب دار تھا۔

## قد و قامت زیبا

حضور اکرم ﷺ نہایت میانہ قد تھے، یعنی کوتاہ قامت سے بلند اور طویل القامت سے کچھ کم بلند تھے۔

حضرت سیدی عبدالحزیز ذریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں: جب تک سیدنا ابو جہل کی معرفت حاصل نہ ہو، اس وقت تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، اور شیخ (مرشد) کی معرفت کے بغیر آپ ﷺ کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ (غزینہ معارف، ص ۹۹) مترجم

مطلع نور رسالت رخ زیبا تیرا

مقطع ختم نبوت قد رعنا تیرا

اور جب آپ ﷺ دراز قد لوگوں کے ساتھ چلتے تھے تو آپ ہی سر بلند دکھائی دیتے تھے اور یہ آپ کے رب کی طرف سے معجزانہ طور پر تھا۔

جب آپ ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے دونوں مبارک کندھے باقی لوگوں کے کندھوں سے نمایاں نظر آتے تھے۔

### رنگت مبارک

حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا رنگ نہ تو شدید سفیدی مانگ تھا اور نہ ہی بہت زیادہ گندم گوں، بلکہ آپ ﷺ نہایت خوش نما سرخی مانگ گوری رنگت والے تھے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

### مبارک زلفیں

محبوب خدا، محمد مصطفیٰ ﷺ کے بال مبارک گہرے سیاہ تھے۔ آپ کی مقدس زلفیں نہ تو بہت زیادہ خم دار تھیں اور نہ ہی بالکل سیدھی تھیں۔ بلکہ ان دونوں کی درمیانی صورت میں تھیں، اور (ہر وقت) ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے کنگھی کی ہوئی ہے۔ آپ کے موئے مبارک کچھ خم دار اور نہایت موزونیت سے جدا جدا بھی تھے۔

### معطر بدن

حضور اکرم ﷺ بہترین، موزوں اور حسین و جمیل جسم کے مالک تھے اور ایسا امکان شعر النبی ﷺ رجلاً لا یجدوا ولا یسطا۔ آپ کے بال قدرے ٹھنڈے تھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ بالکل بچ دار۔ (دلائل للبیہقی، ۲۳۲)۔  
شامی ترمذی کا باب (ما جاء فی شعر رسول اللہ) بھی مداحہ فرمائیے۔ (مترجم)

توازن و اعتدال آپ ہی کی شان عالی کے شایان تھا۔

آپ ﷺ کے جسم اقدس کی خوشبو کستوری، مشک اور عنبر تو کیا دنیا کی ہر خوشبو سے زیادہ معطر و معبر تھی، بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے پسینہ اطہر کو اپنی خوشبو یا ت میں ملایا کرتے تھے تاکہ مہک میں مزید اضافہ ہو جائے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے جسم اطہر و انور کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ اس لیے کہ آپ ﷺ نور ہیں، اور نور سے ظلمت چھٹ جاتی ہے اور اس (ظلمت) سے پیدا ہونے والی قباحتیں مٹ جاتی ہیں۔

آپ ﷺ جب بھی سورج یا چاند کے سامنے کھڑے ہوتے، تو آپ کے نور سے سورج اور چاند (یا چراغ) کی روشنی دھندلا جاتی تھی۔ (علیہ السلام)

حضور اکرم ﷺ خالصتاً نور تھے یعنی آپ کے نورانی اعضاء مقدسہ لباس مبارک سے جدا (لباس کی اوٹ میں) اپنے ہونے کا احساس دلاتے تھے۔ گویا کوئی درخشندہ آفتاب ہے جو لوگوں کے درمیان (رہ کر) اپنی چمک والی رنگت کے ساتھ حسن و جمال کی انتہائی حدوں کو چھو رہا ہے۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

### سراپا مبارک

آپ ﷺ کمال اعتدال کے ساتھ بھرے ہوئے جسم والے تھے، جس کی خوبی میں کسی عیب کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ نہایت متوازن، معتدل اور ایسی حسین و جمیل شخصیت کے مالک تھے جس میں حسن تناسب کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اپنی ذات میں مجسم موزونیت تھے اور کوئی عضو بھی، افراط و تفریط کا شکار نہیں تھا۔

## سراقِ قدس

آنحضرت ﷺ کا سراقِ قدس (ہر وقت شکل میں) بڑا تھا۔ جو آپ کے اعصاب و دماغی کے بلا آمیزش (غیر معمولی طور پر) مضبوط ہونے کو ظاہر کرتا تھا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زلفیں کبھی شانوں سے مس ہوتی تھیں، تو کبھی آدھے کانوں تک، کبھی کانوں کی لوتک بھی ہوتی تھیں اور کبھی ان دونوں سے بڑھ بھی جاتی تھیں لیکن کندھوں تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔

آپ کبھی کبھار زلفوں کی آرائش فرماتے تھے اور اس میں ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی خدمات حاصل کرتے تھے لیکن داڑھی (ریش) مبارک میں آپ بنفس نفیس کنگھی فرماتے تھے، کسی اور کے حصہ میں یہ سعادت نہیں آسکی۔

آپ پہلے پہل بالوں کو سر کے گرد یا پیشانی مبارک کی طرف چھوڑا کرتے تھے، بعد میں سر کے درمیان سے مانگ نکالی اور دونوں طرف دو دو کی صورت میں چار گیسو بنا لیے۔

## جبین سعادت

آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور دیدہ بینا کے لیے باعث کشش تھی۔ آپ ﷺ گھنی، تیکھی، مڑابی اور پوری غیر متصل بھنوں والے تھے۔ (یعنی جو ایک دوسری سے مل ہوئی نہ تھیں) یہ پیشانی کی کشادگی کو ظاہر کرتا ہے یعنی جس صورت میں دونوں ابروؤں کے بالوں کے مابین فاصلہ ہوتا ہے۔ اہل عرب بھنوں کی (اس فاصلے والی) صورت کو تر جینا پسند کرتے ہیں اور اس کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ مجھی لوگ بھنوں کے ملاپ کو بہتر سمجھتے ہیں اور اس کو اختیار کرتے ہیں۔ عربوں کی نگاہ تیز اور طبیعت نازک ہوتی ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ نے آپ کے خصائص میں بیان کیا ہے: کمان طبعاً ﷺ باصل الخلق مسرہ جان آپ کے مبارک بال غنی طور پر گھنی شدہ تھے۔ (سنن احمدی، ۲۸: ۲۰۰، بحوالہ شہکار رابویت، ۱۳۰)

## چشمان مبارک

حضور اکرم ﷺ کی (چشمان مبارک) آنکھوں کی پٹلیاں گہری سیاہ اور پھیلی ہوئی تھیں جبکہ سفید حصہ دونوں آنکھوں کا بہت زیادہ سفید تھا۔ جبکہ آنکھوں کے سفید حصے کے ساتھ سُرخ ڈورے ملے ہوئے تھے۔ (گویا قدرتی سُرمہ لگا ہوا تھا) اور یہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیل اور علامت کے طور پر تھا۔

آپ علیہ السلام کی پلکیں جدا جدا اور واضح تھیں یعنی پکوں کے بال نمایاں نظر آتے تھے۔

آپ ﷺ جب سو جاتے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح آپ کی آنکھیں سو جاتی تھیں لیکن قلبِ اطہر (دل) نہیں سوتا تھا۔

## رُخسار مبارک

حضور اکرم ﷺ کے دونوں رُخسار مبارک ابھرے ہوئے نہ تھے یعنی دونوں رُخساروں کا گوشت ابھرا ہوا (ناہموار) نہیں تھا۔

## بینی مبارک

آپ ﷺ کی بینی (ناک) مبارک لمبی، پتی اور درمیان سے قدرے بلند تھی، واقعی، یعنی اونچی اور لمبی ناک جس کا درمیانی حصہ مضبوط ابھرا والا ہو۔

نیچی نظروں کی شرم و حیا پر دُرود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کمان رسول اللہ ﷺ، واضح الخلدین - آپ کے رخسار نہایت ہی بلند ارٹھے۔ (سنن احمدی، ۳۷: ۳۷۲، بحوالہ شہکار رابویت)

## بہن اقدس

وَاللّٰهُ كَمَا نِ ضَلِيْعَ الْفَمِ (صحیح مسلم، کتاب الفہائل)

اور آنحضرت ﷺ کا دہن اقدس فراخ تھا، یعنی وسعت والا تھا جو کمال فصاحت پر

دلالت کرتا تھا۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا  
پشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

## دندان مبارک

”پٹے دندان موتی دیاں ہن لڑیاں“

اور آپ ﷺ کے دندان مبارک (انمول) حد درجہ سفید، نورانی اور چمکیلے تھے۔ سفید ہونے کے ساتھ ساتھ خوش منظر اور حسن ترتیب کا شاہکار بھی تھے۔ آپ کے دانتوں کی رطوبت (تری) شیریں تھی، اور دانتوں کی صفائی کا کیا کہنا وہ اپنے انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کا لعاب دہن (مبارک) گاڑھے بیٹھے پانی کی طرح تھا جو بچوں کو دودھ کی بجائے غذا کے طور پر کفایت کرتا تھا۔

آپ ﷺ کے سامنے والے دو دانت باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ہا کا سا خلا اور کشادگی تھی۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو ان کے درمیان سے نور جھرتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور ریخوں (دانتوں کے مابین خالی جگہ) میں چمکتا رہتا تھا۔

## لہجہ شیریں

حضور انور ﷺ کے زبان و بیان میں انتہائی فصاحت پائی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کا لہجہ بے حد شیریں تھا اور آواز میں ایک طرح کا رعب تھا۔ آپ ﷺ کی گفتگو میں لچر پن اور

گلہ شکوہ نہیں ہوتا تھا۔

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں  
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں  
(عدائق بخشش)

الغرض خالق لم یزل نے آپ ﷺ کے تمام اعضاء و اجزاء اور حواس کو ایسا غیر معمولی بنا دیا کہ اس کی مثل و مثال کسی دوسرے انسان میں ماننا ناممکنات میں سے ہے۔ سرور کو نہیں اپنی پشت کے چھپے سے ایسے ہی دیکھتے تھے، جیسا کہ آگے اور سامنے سے دیکھتے تھے۔ ایسے ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے وقت اور شدید اندھیرے میں بھی (چیزوں کو) ایسے ہی ملاحظہ فرماتے تھے جیسا کہ دن کے وقت اور بہت زیادہ روشنی میں ملاحظہ فرماتے تھے۔

آپ ﷺ وہ دیکھتے تھے جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتا تھا اور وہ جانتے تھے جسے دوسرے نہیں جانتے تھے۔ آپ وہ سب سنتے تھے جو دوسروں کو سنائی نہیں دیتا تھا۔ آپ ﷺ کا کلام اور وعظ دور والوں کو قریب والوں کی طرح سنائی دیتا تھا اور آپ علیہ السلام خوشبو اور اس جیسی دیگر چیزوں کو کافی فاصلے سے سونگھ لیتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی قوت شامہ غیر معمولی طور پر تیز تھی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَإِحْسَنُ مِنْكَ لَمْ نَرُفْطُ غَيْبِي  
وَإِحْسَنُ مِنْكَ لَمْ نَرُفْطُ غَيْبِي  
وَإِحْسَنُ مِنْكَ لَمْ نَرُفْطُ غَيْبِي  
وَإِحْسَنُ مِنْكَ لَمْ نَرُفْطُ غَيْبِي

ترجمہ: آپ جیسا حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ ﷺ جیسا صاحب جمال کی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا، گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق تخلیق کیا گیا۔

علاؤ اللہ اللہ، ص ۱۰، ص ۶۰، مطبوعہ بیروت، لبنان

ح (۱) بخاری، باب الخوض فی الصلوٰۃ، مسلم، کتاب الصلوٰۃ

(ب) المباح الترمذی المجلد الثانی، ص ۵۷، مطبوعہ کراچی۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسی لڑکی فلا ترفون ۵ میں وہ کچھ دیکھا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ (المباح الترمذی، ایضاً)

اغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اعضاء مبارکہ میں وہ کمالات رکھ دیئے تھے جن کا حصول کسی اور کے لیے محال ہے۔

آپ ﷺ کو دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی طرح جمائی نہیں آتی تھی۔ کیونکہ جمائی اکثر کابلی و سُستی کے باعث آتی ہے اور ناکارہ لوگوں ہی سے اس کا ضد و روتا ہے۔

### چہرہ انور

آپ ﷺ کا باعظمت روئے انور بے ہنگم انداز سے فریبہ نہیں تھا بلکہ خوبصورتی سے بھرا ہوا تھا۔ اسی طرح مکمل طور پر گولائی میں نہیں تھا بلکہ بیضوی شکل میں تھا یعنی لمبائی اور گولائی کا حسین امتزاج لیے ہوئے تھا۔ اور کیوں نہ ہو، کہ آپ حسن و جمال میں تمام بنی نوع انسان اور ملائکہ و جنات سے بڑھ کر ہیں۔

حسن یوسف ، دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(سعدی شیرازی علیہ الرحمہ)

### ریش مبارک

نبی اکرم ﷺ کی ریش (داڑھی) مبارک گھنی تھی، لمبائی اور چوڑائی میں نہایت سوزوں اور حسن تناسب کا نمونہ تھی، کیونکہ آپ ﷺ کے تمام معاملات اعمدال اور توازن پر مبنی تھے۔

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل

ہائے ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بیلوی علیہ السلام)

### موئے مبارک

آپ ﷺ کی داڑھی مبارک اور سر اقدس میں سفید بال ہیں سے زیادہ نہیں تھے۔ بلکہ محتاط اعداد و شمار کے مطابق انیس موئے (بال) مبارک سفید تھے۔

### گردن مبارک

آپ ﷺ کی گردن مبارک کسی بے عیب، تراشیدہ پیکر کی مانند تھی۔ (اور رنگ) اس شفاف چاندی کی طرح نکھرا ہوا تھا جس میں تغیر اور تیز ہاپن نہ ہو۔

### سینہ مبارک

آپ ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا اور کندھوں سے ملا ہوا تھا۔ (یعنی نمایاں تھا) بازو لمبے اور ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں (گوشت سے) بھری ہوئی تھیں اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ آپ ﷺ لطیف الجس تھے یعنی ظاہری و باطنی طور پر سوکھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت غیر معمولی تھی، اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ان نوازشات سے بہرہ ور تھے، جن کے حصول سے شاہان عالم اور دیگر مخلوق عاجز ہیں۔

### ہتھیلی مبارک

آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم، مشک و عنبر سے زیادہ معطر اور برف سے زیادہ ٹھنڈی تھی، اور ہر بھلائی اور عطا کی طرف تیزی سے مائل ہونے والی تھی۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

موج بحر نہایت پہ لاکھوں سلام

### بغل مبارک

آپ ﷺ کی مقدس بغلوں میں بال نہیں تھے۔ اہل سیرت نے اس کی رنگت سفید

بیان کی ہے لیکن یہ سفیدی عبداللہ بن اقرم الخزامی کی سفید رنگت جیسی ناگوار نہ تھی۔ اور ان میں بدبو نہیں ہوتی تھی بلکہ بغلوں کے پسینہ مبارک سے نایاب کستوری جیسی خوشبو آتی تھی۔

حضرت اکریم اللہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

"میں نے آپ کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح ڈھونڈا جس سے تروتازہ کستوری کی خوشبو کے نکلنے اٹھ رہے تھے۔" المواب اللندیہ الجزء الاول، ص ۶۶، بیروت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَلَا تَشْفُفُ مَسْكَاً قَطُّ وَلَا عَطْرَ آكَانٍ اطَّيَّبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ ﷺ -

میں نے کسی کوئی کستوری اور عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

(صحیح مسلم، ج ۳، ص ۲۵۷، وائس الموطا للشمس، ج ۱، ص ۱۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا پسینہ مبارک لے کر بطور عطر استعمال کرتی تھیں اور کبھی فرماتی تھیں ہذا عرفک نجعتہ فی طیبنا وهو من اطیب الطیب۔ (ایضاً صحیح مسلم)

یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا پسینہ مبارک لے کر میں اسے اپنی خوشبوؤں میں ملاؤں گی کیونکہ یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ مطہر ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے: لیسر جواہر کسلا لصباننا۔ ہم اسے برکت کے لیے اپنے بچوں کو لگا ئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: أصبت۔ تو نے درست کیا۔ (مسلم، ایضاً)

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد جب میرے کفن اور میت کو خوشبو لگاؤ تو میرے آقا کے مبارک پسینہ کو اس میں ضرور شامل کر لیا۔ (بخاری، باب من دار فو ما فقال عندہم)

صحابہ کرام علیہم الرضوان اسی پسینہ مبارک کی خوشبو سے اندازہ لگایا کرتے تھے کہ مطہر و معطر وجود والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے گزر کر تشریف لے گئے ہیں۔

خبر زمیں، میر ہوا، ملک تر غبار

ادنیٰ ہی یہ شہادت تری دیکھ کر کی ہے

(حدائق بخشش)

### زائونے مقدس

وَإِنَّهُ كَانَ ضَنْحَمَ الْكِرَادِيسِ وَهِيَ رُؤُوسُ الْعِظَامِ!

آنحضرت ﷺ کے (جسم مبارک) کے جوڑ بڑے بڑے تھے یعنی مبارک ہڈیوں کی جڑیں وسیع (مضبوط) تھیں، اور یہ اس بات پر دلالت کرتی تھیں کہ آپ کے اندرونی اعضاء بھی کامل طور پر قوی اور مستحکم ہیں۔

### شکم و سینہ مبارک

آپ ﷺ کا شکم مبارک ہموار اور سینہ اقدس فراخ تھا۔ حقیق مبارک کے نیچے سے بالوں کی ایک لکیر تگی نازک شاخ کی طرح ناف سے ملی ہوئی تھی۔

آپ ﷺ کی پشت مبارک اور شکم (پیٹ) اقدس پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔

البتہ آپ ﷺ کے بازوؤں۔ شانوں اور سینے کے بالائی حصے پر بال مبارک تھے۔

### مہر نبوت

خاتم النبیین ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان (جانب پشت) مہر نبوت تھی۔ یہ ابھرے ہوئے سُرخ گوشت کی طرح بائیں کندھے کو بڑی سے نزدیک تھی۔ شکل میں سیب یا کبوتری کے انڈے جیسی تھی۔ اس کے ارد گرد تل تھے جو مسوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور اس پر گھما نما بال بھی معلوم ہوتے تھے۔

اسیدنا علی کریم اللہ وجہہ سے مروی ہے: آپ ﷺ کے (جسم مبارک) کے جوڑ بڑے بڑے تھے۔ وائس الموطا للشمس، ج ۱، ص ۱۸۲

بعض روایات کے مطابق یہ تازہ رنگ کی طرح خوشبودار تھی اور آپ کے شکم اقدس اور سینہ پر اس کے علاوہ بال نہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں نے آپ کے شانوں کے درمیان بائیں کندھے کی بڑی کے قریب مہر نبوت دیکھی۔ (صحیح مسلم، کتاب المصالح)

### فضلات مبارکہ

آپ ﷺ کے فضلات مبارکہ سطح ارض پر دکھائی نہیں دیتے تھے بلکہ خارج ہونے والا تمام مواد زمین نکل جاتی تھی اور وہاں سے اس وقت تروتازہ کستوری جیسی خوشبو اٹھا کرتی تھی۔ بلکہ ہر خوشبو اور عطر سے سے زیادہ اچھی مہک آتی تھی۔

رسالتاً آپ ﷺ اپنے وجود اقدس اور اعضاء مبارکہ (کے غیر معمولی ہونے) کے باعث لوگوں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ قوی و کامل حواس والے بھی تھے۔

آپ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے شیطان کو خفیہ یا علانیہ کسی حالت میں بھی آپ پر غلبہ نہیں کرنے دیا۔

### نظافت و نفاست

آپ ﷺ ہر ماہ زیر ناف بالوں کو مونڈتے تھے اور کبھی کبھار چوننا (بال صفا پاؤ ڈر) بھی استعمال فرماتے تھے۔ جمعہ المبارک کی نماز سے پہلے ناخن شریف تراشتے اور لہیں (موچھیں) مبارک پست فرماتے تھے اور خوشبو بھی لگاتے تھے۔

### قدمین شریفین

آپ ﷺ کے مبارک تلوے (درمیان سے) گہرائی والے تھے۔ یعنی پاؤں کا درمیانی حصہ کچھ اٹھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام کے دونوں پاؤں نہایت ہموار اور نرم تھے یعنی ملائم، گداز اور چکنے تھے جن میں کوئی خشکی اور گڑھا نہیں تھا۔ اور نہ ہی متوازن جلد میں کسی قسم کا کساؤ تھا۔

### مبارک ایڑھیاں

آنحضرت ﷺ کی مبارک ایڑھیاں کم گوشت والی تھیں یعنی زیادہ بھری ہوئی نہیں

تھیں اور ہر حسین ایڑھی پر اپنے حسن کے لحاظ سے فائق تھیں۔

آپ ﷺ قدم اقدس کو زمین سے بزور اور نپے تلے انداز سے اٹھاتے تھے اور جب زمین پر رکھتے تو نہایت نرمی، عاجزی اور احتیاط سے رکھتے تھے۔ آپ ﷺ وقار سے قدم بھر کر چلتے تھے۔ نہایت میانہ روی سے چلتے یعنی نہ اتنا تیز کہ باقیوں سے آگے نکل جائیں اور نہ اتنا آہستہ کہ پیچھے رہ جائیں۔

ایسا تھا گویا زمین خوبصورتی سے ان کے لیے لپیٹ دی گئی ہے، ساتھ چلنے والے، تیز چل کر جب پاس پہنچتے تو آپ کو معمول کے مطابق (بلا تکلف) رواں دواں پاتے تھے۔ آپ ﷺ چلنے میں آگے کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے اور کشتی کی طرح سامنے کی طرف مائل رہتے تھے۔

کہنے والوں نے کہا ہے کہ آپ کمال متانت اور وقار کے ساتھ دائیں بائیں جھکے جاتے تھے۔

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں  
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں  
تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں  
رکھتی واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ)

”مسند احمد“ میں ہے:

”ان سبابة قدميه كانت اطول من بقية اصابعهم الدبه“

آپ کے قدمین شریفین کی انگشت سبابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) بقیہ

انگلیوں سے ذرا لمبی تھی۔

”الابریز“ میں حضرت غوث وقت سیدی عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ: آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت دیکھنے میں درمیانی انگلی کے برابر معلوم ہوتی تھی۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ ﷺ جب کسی چنان (پتھر) پر خرام فرماتے تو کبھی اس میں نشان ظاہر ہو جاتا تھا اور جب کبھی ریت پر چلتے تو اس پر قدمین مبارک کا نشان ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

لیکن احادیث و روایات میں اس کی کوئی اصل ابھی تک نامعلوم ہے اسی طرح حدیث کی قابل اعتماد کتب میں اس سے متعلقہ کوئی چیز نقل نہیں کی گئی۔ سوائے اس کے کہ بعض شواہد مجموعی صورت میں ایسے ملتے ہیں جن پر بطور دلیل اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور وہ ہیں، بعض پتھروں اور چٹانوں (کے ٹکڑوں) پر قدم کے نشانات۔ ان میں سے بعض کی نسبتیں صحیح سند کے ساتھ کچھ انبیاء کرام علیہم السلام سے ملتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام و علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور بے شمار اہل اللہ اس میں شامل ہیں۔

کسی نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا، جس کی مثل یا اس سے افضل و بہتر اور باکمال معجزہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عطا نہ کیا گیا ہو۔ اواللہ اعلم۔

ایک دفعہ قریش اکٹھے ہو کر اپنے معروف نبوی کے پاس گئے اور کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کا پاؤں دیکھ کر تاؤ، کس کا پاؤں نقش قدم ابراہیم کے مشابہ ہے۔“ اس نے جب حضور علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشانات دیکھے تو پکار اٹھا یہ پاؤں اس کے مشابہ ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ۶۸۳)

بیت اللہ کے پاس ایک پتھر آج بھی موجود ہے، جس کا نام مقام ابراہیم ہے۔ اس پتھر پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مبارک قدم کا نشان ہے۔

امام زرقانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کرنے والے حقدارین و متاخرین میں یہ مشہور ہے کہ آپ جب کسی پتھر پر قدم رکھتے تو وہ نرم ہو جاتا اور اس میں قدم مبارک کا نشان ظاہر ہو جاتا تھا۔ (شرح مواہب ۴۲۸:۴)

امام غفاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بیت المقدس اور مصر میں ایسے پتھر موجود ہیں جن پر آپ کے مبارک قدم کا نشان ہے۔ لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی زیارت و تعظیم کرتے ہیں۔ (بحوالہ شاہکار بونیت، ص ۴۰۱)

یہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں  
 خیاباں خیاباں ام دیکھتے ہیں  
 (ناب ہلوی)  
 قلاع کل کی طمانت ہے بڑی جس کی  
 وہ نقش پائے ہے خوش خصال کیا کہنا  
 (شہزادہ ہندی)



## فصل یازم

عَطَّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَتَنَاةِ، وَمَنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاةِ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةً  
وَسَلَامًا نَتَّخِذُ بِهِمَا مِنْ مَحَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی باطنی خوبیوں اور بلند پایہ اخلاقی صفات کا تذکرہ بھی روایات میں بیان ہوا ہے۔

آپ ﷺ اوائل عمر اور زمانہ بچپن سے لے کر لمحات وصل باری تعالیٰ تک بہترین اور کامل اخلاق کے حامل اور اعلیٰ ترین اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔

آپ ﷺ جس طرح صورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے ایسے ہی سیرت و اخلاق میں بھی تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبی والے تھے۔

آپ ﷺ سب سے بڑھ کر سچی بات اور سچی زبان والے تھے۔ عہد و پیمانہ کو سب سے زیادہ نبھانے والے تھے۔

لوگوں میں سب سے زیادہ فحش اور ناپسندیدہ امور سے گریز فرمانے والے تھے۔ یہاں تک کہ اعلان ہوتے سے بھی پہلے آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا جاتا تھا، جو کہ آپ کی امانت داری، صداقت اور پاکیزگی کی شاندار گواہی بھی ہے۔ اور اس بات کی شہادت بھی کہ آپ کے رب نے آپ کی ذات والا صفات کو کس قدر صفات عالیہ اور سچے سچے محاسن کریمانہ سے نوازا ہے۔

نبی اکرم ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر انصاف کرنے والے، سب سے زیادہ

درگزر فرمانے والے، لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی والے، انسانوں کے لیے سب سے زیادہ بہتر انسان اور لوگوں کو سب لوگوں سے زیادہ نفع پہنچانے والے تھے۔

آپ کا دست مبارک سب لوگوں سے زیادہ نرم تھا اور آپ سب سے بڑھ کر کرم فرمانے والے تھے۔ آپ کے جسم اقدس اور مقدس سانسوں کی مہک ہر شخص سے بہتر اور بڑھ کر تھی۔ آپ ظاہری و باطنی طور پر تمام انسانوں سے زیادہ کامل و اکمل تھے۔

آپ سب سے بڑھ کر رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ اور ہر اک سے زیادہ حسین سیرت و اخلاق کے مالک تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کی معرفت اور شدید خشیت رکھنے والے تھے۔

آپ غصہ بہت کم فرماتے اور راضی بہت جلد ہو جاتے تھے۔ وضع داری کا پیکر اور فصیح اللسان تھے۔ شیریں بیان اور رغب و ہیبت والے تھے۔ سب سے زیادہ معزز اور پختہ و درست رائے کے مالک تھے۔

بلا ضرورت گفتگو کا آغاز نہیں فرماتے تھے۔ غصہ ہو یا رضا ہمیشہ حق بات قبول فرماتے تھے۔ لایعنی گفتگو کرنے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور کسی کی غلط روش کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔

کبھی کبھی کھیل تماشے ملاحظہ فرماتے اور اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بعض دیہاتی گروہ آپ کی خدمت میں بلند آواز سے بولتے لیکن آپ تحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ آپ کی محفل، علم و فضل، حیاء و متانت اور انکسار و صبر پر مبنی ہوتی تھی۔ اور اس میں ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی خدمت میں آپ کے اصحاب کی آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔

آپ معززین کا اکرام فرماتے اور سرداران قوم اور بزرگی والوں کے ساتھ خوش

دلی سے پیش آتے تھے۔ کسی سے اگر کوتاہی سرزد ہوتی تو اس کا جواب جفا سے نہیں دیتے تھے جو شخص آپ کی خدمت میں عذر پیش کرتا، اس کی معذرت قبول فرماتے تھے۔

آپ مزاج بھی فرماتے لیکن سوائے حق بات کے کچھ نہیں کہتے تھے۔ آپ اٹھتے بیٹھتے ذکر الہی، تعلیم و تبلیغ اور حق کی تلقین میں مشغول رہتے تھے۔

آپ کے معمولات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو لہجہ سے خالی ہو یا جس میں لازمی طور پر دنیوی اصلاح کا کوئی پہلو نہ ہوتا ہو۔ آپ نہایت حیاء اور عاجزی والے تھے۔ بڑائی، حسد یا لڑائی جھگڑے والے امور کو ترک فرمادیتے تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی فعلین شریف خود ہی مرمت فرمالتے تھے اور کپڑوں میں پیوند بھی لگالتے تھے۔ اپنی بکری کا دودھ بھی وہ لیتے تھے اور اپنے اکثر کام خود کرتے تھے۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ کمال حسن و خوبی کا رویہ رکھتے تھے۔ گھریلو کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان کے گھروں میں ان کے ساتھ مل کر گوشت کاٹتے تھے۔

آپ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ کھل مل کر بیٹھتے تھے، ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور جنازوں میں ان کے ساتھ شرکت فرماتے تھے۔

کبھی کبھار (بطور تواضع) چادر اور چٹیل کے بغیر ننگے پاؤں پیدل چلتے تھے۔ ایسے ہی کبھی ٹوپی اور عمامہ شریف کے بغیر (اکساری سے) ننگے سر چلتے تھے۔

بعض اصحاب کرام کے ساتھ مریضوں کی مزاج پرسی کے لیے مدینہ منورہ (اللہ تعالیٰ اس کے شرف، اکرام، حرمت اور برکت میں اضافہ فرمائے) کے مضافات میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ آپ غریب، امیر، غلام، آزاد اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ جو میسر ہوتا زیب تن فرماتے اور جو موقع پر موجود ہوتا تناول فرماتے تھے۔ ہر قسم

کی سواری اونٹ، خچر، گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور چھوٹے بڑے سب آپ کے پیچھے سواری پر سوار ہوتے تھے۔

بیشہ سواری کرنا آپ کا مستقل معمول نہ تھا بلکہ کسی ناگزیر ہنگامی حالت کے علاوہ آپ پیدل چلنے کو ترجیح دیتے تھے۔

آپ کبھی کسی غذا کے ذائقے کو برا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی پیش کیے گئے کھانے میں کوئی نقص نکالتے تھے۔ بلکہ بھوک کی صورت میں کھالیتے بصورت دیگر ایک طرف کر دیتے تھے، یا ہاتھ کھینچ لیتے تھے۔ ایسے ہی بچھونے میں بھی عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ اگر بچھا دیا جاتا تو آرام فرمالتے تھے ورنہ زمین پر ہی لیٹ کر نیند پوری کر لیتے تھے۔

آپ تحفہ قبول فرماتے تھے خواہ وہ خرگوش کی ران یا پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ ہوتا تھا۔ اور اس کے جواب میں فقر و فاقہ کا خدشہ رکھے بغیر کوئی (بہتر) چیز عنایت فرماتے تھے۔ ملاقات کے لیے آنے والے کا اکرام فرماتے اور کبھی اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دیتے تھے اور اس کو چادر پر بٹھاتے تھے۔ اپنا تکیہ مبارک اعزازی طور پر اسے عطا فرماتے تھے۔ آپ ممکن حد تک کم کھاتے تھے اور اپنے دسترخوان سے اصحاب صدقہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر مساکین کے لیے اٹھا رکھتے تھے۔

کبھی کبھار بھوک کے باعث اور دنیا سے بے رغبتی اور گریز کے اظہار کے لیے شکم اطہر پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے اور اس کے ذریعے ترک دنیا کی ترغیب اور اکساری کا اظہار فرماتے تھے۔

آپ ﷺ خدائی خزانوں اور ان کی ساری کنجیوں سے نوازے گئے تھے۔ بلند پہاڑوں کی آرزو تھی کہ آپ کے لیے زرو جو اہر یا اجناس یا جو آپ چاہیں ویسے بن جائیں اور جہاں آپ جائیں آپ کے ساتھ ساتھ چلیں لیکن آپ نے اجتناب اور گریز کیا۔

آپ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص یہی گمان کرتا تھا کہ وہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و محترم ہے۔

آپ عطر اور اچھی خوشبو والی ہر چیز پسند فرماتے تھے اور ہد بودار ہوا اور تعفن کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کرام میں سے کسی کے ساتھ ملتے تھے سلام و کلام اور مصافحہ میں پہل فرماتے تھے، کبھی اظہار محبت و فرط مسرت کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے اور اپنی گرفت اس پر مضبوط کرتے تھے۔

آپ ﷺ بیوہ اور بے شوہر خواتین کی دلجوئی اور حاجت روائی کے لیے ان کے ہمراہ چلتے تھے۔ ایسے ہی رحم دلی کے جذبے سے کمزور مخلوموں کی درپیش مشکلات حل فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس بھی غلام، خدام اور کنیزیں تھیں۔ آپ کھانے پینے، اور پہننے اور دیگر استعمال کی چیزوں میں ان پر فوقیت اختیار نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی مساکین و فقراء کی تحقیر کرتے تھے۔ اور کسی کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار نہیں فرماتے تھے اگرچہ وہ کتنا ہی کم مرتبہ ہوتا اور نہ ہی سرداروں اور رئیسوں کے رعب میں آتے تھے۔ ان سب کے لیے یکساں طور پر بارگاہ ربوبیت میں ایسی دعا فرماتے جو ہر قسم کی گلی لہنی اور نمانش سے خالی ہوتی تھی۔

آپ نے اپنے دستِ رحمت سے کسی کو کبھی نہیں مارا، نہ ہی کبھی کسی زوجہ کو مارا اور نہ ہی کسی غلام کو سوائے اس کے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک ہوں۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ نے کسی تکلیف دینے والے سے انتقام لیا ہو۔ سوائے اس کے کہ منوعات شرعیہ کے ارتکاب کی صورت میں سزا دی ہو اور اللہ کے لیے (شرعی) بدلہ لیا ہو۔ اور جب کبھی آپ سے کسی مسلمان یا کافر، خاص یا عام کے لیے بددعا کرنے کو کہا گیا تو آپ نے گریز فرمایا اور اس کے حق میں بھلائی کی دعا کی۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے اصحاب کرام کے پیچھے چلتے تھے اور اپنی پشت اللہ کی طرف سے، امور فرشتوں کی محافظ جماعت کے

لیے خالی رہنے دیتے تھے۔

کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ سے کچھ مانگا گیا اور آپ نے انکار کیا ہو اور نہ ہی کبھی کسی کو برے الفاظ یا لغو فحش کلمات سے یاد فرمایا۔ اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو معاملات میں سے ایک لینے کا اختیار دیا تو آپ نے ان دو میں سے اپنی امت کے حق میں آسان، ہلکا اور بہتر اختیار فرمایا بشرطیکہ اس میں گناہ کا قطع رحمی کا یا بدگمانی پر اصرار کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔

مجموعی طور پر بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل آپ پر فرمادی اور اس حسن اخلاق کو اس درجہ کمال تک پہنچا دیا کہ کسی اور کے لیے اس کا حصول شدید ترین مشقت کے بغیر محال ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات میں ایسے اوصاف حمیدہ اور شائکل جہیلہ جمع فرمادیئے جو تمام مخلوق میں سے کسی اور فرد میں جمع نہیں کئے گئے اور آپ کو حق تعالیٰ نے بہترین عادات اور حسین ترین اور کامل شائکل و خصائل سے بہرہ ور فرمایا اور آپ کو اولین و آخرین، ظاہر و باطن کا علم دیا جو (آپ کے سوا) تمام مخلوقات اور جہانیاں میں کسی اور کو نہیں دیا گیا، الغرض کائنات میں کوئی کمال ایسا نہیں جو ان کے کمال سے ماخوذ نہ ہو۔ ایسے ہی کائنات میں جہاں بھی کوئی حسن موجود ہے وہ آپ ہی کے جمال لازوال سے مستفیض ہے۔

کوئی صاحب عقل و شعور اس بات میں شک نہیں کرے گا کہ آنحضرت ﷺ کی صفات شریفہ کو آپ کے علاوہ کسی اور مخلوق یا انسان کی صفات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آپ کے اخلاق کریمہ کو آپ کے علاوہ کسی بھی عہد کے خوش خلق لوگوں کے خلق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

مثال کے طور پر آپ کی صفت حیا، کو کسی اور کی حیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اگرچہ وہ کتنا ہی کامل حیا والا ہو۔ بلکہ کسی بھی مومن، ولی اللہ اور پیغمبر میں پائی جانے والی حیا و شرم آپ ﷺ کا ہر تو ہے اور آپ کے بحر بیکراں کا ایک چھینٹا (چلو) ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہیں، جنہوں نے صفت حیا کا کمال اتمام احاطہ فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے ہر وصف و خوبی، تعریف و توصیف اور کمال و فضیلت کے بارے میں کہا جاسکتا ہے۔ اسی لئے تو آپ ﷺ کے رب کریم عزوجل نے آپ ﷺ کی

مدح ایسے کی ہے: **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** ۝

بے شک آپ عظیم ترین اخلاق والے ہیں۔

لہذا آپ ﷺ کا ہر نعمت گو، نعمت کی حقیقت سے عاجز ہونے کے باعث اختصار سے کام لیتا ہے (اور کہتا ہے) میں نے اور میرے علاوہ کسی اور نے بھی آپ سے پہلے یا بعد کوئی حسن و کمال کا پیکر آپ جیسا نہیں دیکھا۔

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی سُننے میں نہیں آیا کہ انہوں نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو کامل طور پر بیان کیا ہو اور اس کا باعث آپ کی عظمت شان اور ہیبت بھی ہے اور یہ بھی کہ ان اصحاب کو اس بات کا علم تھا کہ کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کما حقہ اس بارگاہ عظیم کی قدر و منزلت کے بیان کا حق ادا کر سکے۔

اسی لیے متقدمین میں سے بڑے بڑے قادر الکلام اور فاضل شعراء، جیسے ابو تمام، ابو البحتری، اور ابن الرومی وغیرہ نے آپ کی نعمت کہنے کی جرأت نہیں کی کیونکہ یہ ان کے فہم و فن سے بالاتر تھا اور ان کے ادبی میدان کی مشکل ترین صنف تھی اس لیے کہ تمام مطالب آپ کے مقام و مرتبہ سے فروتر ہیں اور ساری خوبیاں آپ کے اوصاف و محاسن سے کم درجہ کی ہیں۔ اور آپ کی مدح و ثناء میں کیا جانے والا ہر نیک و کم مرتبہ ہے۔ کسی بھی قادر الکلام اور وسیع المطالعہ شخص کے لیے یہ (نعمت کا حق ادا کرنا) سخت مشکل بات ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو کیسا ہی فصیح اور ماہر فن سمجھتا ہو۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا صلوة و سلام ہو اور ہر اس فرد پر جو آپ ﷺ سے نسبت

رکھتا ہے یا آپ کی بارگاہ سے وابستہ ہے۔ آمین

## فصل سوازدہم

عَطَّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَثَنَاهُ، وَمُنَّ عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاةِ، وَصَلَّى وَسَلَّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ صَلَّى وَسَلَّمَ وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مَخَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝

رسالت مآب ﷺ کی فضیلت و فوقیت نہ صرف دیگر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر بلکہ تمام مخلوقات و عالمین حتی کہ ملائکہ مقربین و معززین پر احادیث صحیحہ متواترہ و مشہورہ سے ثابت ہے۔

اور یہ وہ امر ہے جس کا علم امت مسلمہ کے لیے ضروریات دین کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنی اہمیت کے پیش نظر قرآن و حدیث کی کسی ظاہری دلیل و شہادت کا بھی محتاج نہیں ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر اعتقاد رکھنا اس کی قطعی دلیل اور پختہ ثبوت کے پیش نظر ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے۔ اور جو کچھ اس (عقیدہ اہل سنت و جماعت) کے علاوہ زنجیری اور دوسرے (معتزلی و ظاہری) بیان کرتے ہیں ادب سے دور ہونے کی بات اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر اس (موقف) پر کوئی ظاہری دلیل پائی جائے تو اس کی تاویل کرنا لازم ہے۔

اخرج الشيخان من حديث ابى هريرة، قال:

أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِلُحْمٍ فَرَفَعَ إِلَيْهِ الذَّرَاعَ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَهَسَّ مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهَلْ تَدْرُونَ بِمِ ذَاكَ ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ -

امام بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے نا

(ایک بار) پارگاہ رسالت میں گوشت آیا اور اس میں سے بکرے کی دہی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی آپ اسے پسند فرماتے تھے، پس آپ ﷺ نے مبارک دانتوں سے بطور نغمہ کچھ کھایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم لوگ جانتے ہو، یہ کس وجہ سے ہے۔ پھر آپ نے حدیث شفاعت ارشاد فرمائی۔ (متفق علیہ)

امام طبرانی "معجم الکبیر" اور حاکم دیکھتی "کتاب الرأیة" میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنِّي لَسَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَمَا مِنْ النَّاسِ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يَنْتَظِرُ الْفَرَجَ ۝

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں روز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا، اور ہر شخص قیامت کے دن میرے (نشان) پرچم کے نیچے کشائش کا منتظر ہوگا۔

1۔ امام مسلم اور امام ابوداؤد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوْلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَنَا أَوْلُ شَافِعٍ وَأَوْلُ مُشَفِّعٍ ۝

ترجمہ: میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہوگی۔

2۔ امام احمد اور ترمذی نے بسند حسن صحیح نقل کیا اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

بخاری ج ۱۰، ص ۶۵، رقم ۲۷۸۱

صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۳۵، تاریخ کراچی۔ (ب) سنن ابی داؤد، الجزء الرابع، رقم ۳۶۷۷، تاریخ حیدرآباد

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لَوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِيَوْمِ، وَأَنَا أَوْلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوْلُ شَافِعٍ وَمُشَفِّعٍ وَلَا فَخْرَ ۝

ترجمہ: میں روز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا جو میرے پرچم تلے نہ ہو۔ اور سب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور میری ہی شفاعت مقبول ہوگی، اور (اس پر) مجھے کچھ فخر نہیں۔

3۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

أَنَا أَوْلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، فَأَكْسِي حِلَّةً مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ، لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُومُ ذَلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِي ۝

ترجمہ: سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور مجھے جتنی حُلّوں میں سے ایک حُلّہ (خلعت) پہنایا جائے گا اور پھر میں عرش الہی کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا، ساری مخلوق میں سے میرے علاوہ کوئی اور اس مقام پر کھڑا نہیں ہو پائے گا۔

4۔ صاحب "سنن دارمی" نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللَّهِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا حَامِلُ لَوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ آدَمَ فَمَنْ دُونَهُ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوْلُ شَافِعٍ وَأَنَا أَوْلُ مُشَفِّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوْلِيِّينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ ۝

ترمذی ج ۲، ص ۲۰۲، تاریخ کراچی۔ (ب) سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم ۳۳۰۸، (ج) (احمد) مسند ابی سعید، رقم ۱۰۵۲۳

ترمذی ج ۲، ص ۲۰۲، تاریخ کراچی

سنن دارمی ج ۲، ص ۲۳، تاریخ کراچی

ترجمہ: سن لو! اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روز قیامت حمد کا جھنڈا اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے سوا سب ہوں گے اور کچھ فخر نہیں، اور میں پہلا شافع اور پہلا مقبول الشفاعت ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں سب انگوں پچھلوں سے زیادہ معزز و مکرم ہوں اور کچھ فخر (مقصود) نہیں۔

5۔ امام شجاع الدیلی (۴۴۵-۵۰۹ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

وَأَنْسَيْدُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مِنَ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ ۝

ترجمہ: اور میں پہلے تمام انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کا سردار ہوں اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

6۔ امام بیہقی نے "فضائل الصحابة" اور حاکم نے "مستدرک" میں نقل کیا ہے:

أَنْسَيْدُ الْعُلَمَاءِ ۝ ترجمہ: میں تمام جہانوں کا سردار ہوں۔

7۔ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخُطَيْبَهُمْ وَصَاحِبَ

شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ ۝

ترجمہ: قیامت کے دن میں انبیاء کا امام اور خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور اس پر کوئی فخر نہیں۔

۱۔ (ا) مستدرک: ج ۱، ص ۱۳۳، طبع مکتبہ المکتبہ

(ب) کنز العمال: ج ۱، ص ۶۵، رقم: ۲۷۹۔

۲۔

۳۔ مستدرک: رقم: ۱۰۵۶۳۔ ترمذی: ج ۱، ص ۲۰۲، طبع مکتبہ المکتبہ

8۔ امام دارمی اور امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مختصراً روایت کیا ہے:

أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجاً إِذَا بُعِثُوا، وَأَنَا آخِرُهُمْ إِذَا وَقَفُوا،  
وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا انْصَتُوا، وَأَنَا شَفِيعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا، وَأَنَا مَبَشِّرُهُمْ إِذَا أَلْيَسُوا،  
الْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي، وَلِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي، وَأَنَا أَكْرَمَ وَلَدِ  
آدَمَ عَلَى رَبِّي، يَطُوفُ عَلَى آفِ خَادِمٍ، كَأَنَّهُمْ بَيْضُ مَكْنُونٍ أَوْ لَوْلُؤُ  
مَنْفُورٍ ۝

ترجمہ: میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب وہ اللہ کے حضور چلیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے اور جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا، اور جب وہ امید ہوں گے تو میں انہیں بشارت سناؤں گا۔ اور عزت اور خزانہ کی گنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لِوَاءِ الْحَمْدِ اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں تمام انسانوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں۔ میرے ارد گرد ہزار خادم موجود ہوں گے۔ گویا کہ وہ محفوظ سفید انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی۔

9۔ امام ویلیسی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی ہے:

أَنَا أَشْرَفَ النَّاسِ حَسَباً وَلَا فَخْرَ، وَأَكْرَمُ النَّاسِ قَدْرًا وَلَا فَخْرَ۔

الخ۔

ترجمہ: میں سب لوگوں سے اعلیٰ حسب و نسب کا مالک ہوں اور کچھ فخر نہیں اور سب لوگوں سے زیادہ قدر و منزلت رکھتا ہوں لیکن کچھ فخر نہیں۔

۱۔ سنن الدارمی: ج ۱، ص ۲۳، رقم: ۲۸۔ ترمذی کتاب المناقب: ج ۲، ص ۲۰۲۔

۲۔ اس حدیث کا مکمل متن اور حوالہ مطبوعہ برہمہ حلقہ ماہی۔

10۔ امام دارمی نے بھی حضرت جابر کی روایت مرفوعاً نقل کی ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں:

أَنَا قَائِدُ الْمُزَسَّلِينَ وَالْفَخْرَ ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَالْفَخْرَ ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفِّعٍ وَالْفَخْرَ ۝

ترجمہ: میں رسولوں کا پیشوا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں آخری نبی ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں پہلا شافع اور مقبول الشفاعت ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔

11۔ امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنْ إِبْرَاهِيمَ لَيَرْغَبُ فِي شَفَاعَتِي ۝

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے طالب ہوں گے۔

12۔ امام مسلم نے بھی ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ فِي مَسْأَلَةِ تَزْوِيدِهِ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى حَرْفٍ وَعَلَى حَرْفَيْنِ وَعَلَى سَبْعَةِ أَحْرَافٍ ، وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلِيْنَهَا ، قَالَ : فَقُلْتُ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي ، وَأَخْرَجْتُ الثَّلَاثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۝

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر گرامی ﷺ سے قبولیت دعا کے بارے میں فرمایا کہ قرأت قرآن کے ایک انداز پر (الگ) قبولیت ہے، دو پر بھی اور ساتوں لہجوں پر بھی جو مختلف اوقات میں اختیار کیے جائیں۔ اور آپ ﷺ کے لیے قرآن کی قرأت کے ہر لہجے پر ایک

۱۔ من دارمی: ج ۱، ص ۲۳، رقم: ۲۹

۲۔ صحیح مسلم: جلد اول، ص ۲۴۳، طبع کراچی

یقینی مقبولیت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: میں دعا کی: اے اللہ میری امت کو بخش دے، اے اللہ میری امت کو بخش دے، جبکہ تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لیے چھوڑ دیا جب ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رجوع کریں گے۔

13۔ امام ابوالحسن اصفہان "المطولات" میں اور امام ابن عساکر بسند حسن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

وَلَدَ آدَمَ كُلُّهُمْ تَحْتَ لِوَالِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَفْتَحُ لَهُ بَابَ الْجَنَّةِ ۝

ترجمہ: روز قیامت تمام اولاد آدم میرے پرچم کے نیچے ہوگی و سب سے پہلے میرے لیے جنت کا دروازہ کھلے گا۔

14۔ امام طبرانی "معجم کبیر" میں اور ابن الجار اپنی تاریخ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

إِنَّ الْجَنَّةَ حَرِمَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ كُلِّهِمْ حَتَّى أَدْخُلَهَا ، وَحَرِمَتْ عَلَى الْأُمَّةِ حَتَّى تَدْخُلَهَا أُمَّتِي ۝

ترجمہ: بے شک جنت تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

15۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

آتَى بَابَ الْجَنَّةِ فَاسْتَفْتَحَ فَيَقُولُ الْخَازِنُ : مَنْ أَنْتَ ؟ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ ، فَيَقُولُ : بِكَ أَمْرٌ أَيْ لَا افْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ ۝

۱۔ الجامع الصغير: ص ۱۹۶، الجزء الثانی، طبع بیروت۔ کنز العمال: ج ۲۰، ص ۳۲، رقم: ۱۶۸

۲۔ کنز العمال: (الجزء الثانی عشر، ص ۵۰، رقم: ۶۲، رقم: ۱۸۹) رقم: ۱۹۳

۳۔ صحیح مسلم: ج ۱، ص ۱۱۳، طبع کراچی۔ مسند احمد: جلد ۵، ص ۱۳۶

ترجمہ: میں جنت کے دروازے پر پہنچ کر دستک دوں گا۔ تو دربان فرشتہ کہے گا تم کون ہو؟ میں جواب دوں گا، محمد (ﷺ) تو فرشتہ کہے گا، مجھے آپ ہی کے لیے حکم دیا گیا ہے۔ یعنی آپ سے پہلے یہ دروازہ میں نے کسی اور کے لیے نہیں کھولا۔

16۔ امام داری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

وَالَّذِي نَفْسِي مَحْمُودٌ بِيَدِهِ ، لَوْ بَدَأْتُكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ  
وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوتِي  
لَاتَّبَعْتَنِي ۝

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ظاہر ہوں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم راہ راست سے ہٹ جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کا دور پائیں تو لازماً میری اتباع کریں گے۔

مواہب اللدنیہ میں بعض علماء اہل سنت محمدیہ (علیٰ صاحبہا السلام) کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝ بے شک اس نے اپنے رب کی عظیم  
نشانیوں دیکھیں۔

اس ارشاد کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ نے رب العزت کی ذات مبارکہ کا جلوہ عالم ملکوت میں دیکھا، لہذا آپ مملکت باری تعالیٰ کے دولہا ہیں۔ یعنی کائنات کے سردار اور قلوب ہیں اور آپ کائنات کے وہ سلطان ہیں جو حاصل کونین بھی ہیں اور چارہ ساز عالمیان بھی ہیں۔

## فصل سیزدہم

عَطَّرَ اللَّهُ مَجَالِسَنَا بِطَيْبٍ ذَكَرَ حَبِيبَ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَنَنَاةً، وَمَنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاهُ، وَصَلَّى وَسَلَّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةً  
وَسَلَامًا نَتَخَلَّصُ بِهِمَا مِنْ مَخَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝  
برادران گرامی!

اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت شرعاً لازم نہ بھی ہوتی، پھر بھی آپ کے حسن و کمال سے واقفیت رکھنے والا ہر عاقل آپ سے ذوقاً و طبعاً محبت کرتا اور اسے آپ کے فضل و شرف سے انحراف کا کوئی اندیشہ بھی لاحق نہ ہوتا۔ بشمول اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لازم کردہ امور میں سے لاہدی اور اظہار کیے جانے والے امور میں سے اولین حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ یہ کسی بھی انسان کے ایمان کی صحت و کاملیت کے لیے (بنیادی) شرط ہے۔ اور یہ محبت ہلاکت سے بچانے والی اور جہنم سے آزاد کروانے والی ہے اور یہ محبت (مصلوبی) ایمان کی لذت سے آشنائی عطا کر کے رحمن کی رضا بھی دلواتی ہے۔

اور یہ وہ قلوب (بنیاد) ہے جس پر دین کے ہر اہم معاملے کا دار و مدار ہے اور یہ وہ عظیم مرتبہ ہے جس کے حصول کی تمنا کی جاتی ہے۔

اس محبت نبوی (ﷺ) کا کمال ہر کمال کے حصول کے لیے شرط ہے اور یہ سوائے عظیم المرتبت اشخاص اور کاملین اہل سنت کے، اوروں کو عطا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ کمال ایمان کے لحاظ سے لوگوں کے مختلف مراتب ہیں اور یہ مراتب و مدارج ان کی نبی عدنان ﷺ کی ذات سے کامل محبت کے معیار کے مطابق ہوتے ہیں۔

لہذا جو کوئی ان میں سے رسالت مآب ﷺ کی ذات سے جتنی شدید محبت رکھتا ہے اتنا ہی وہ ایمان و عرفان اور یقین میں مضبوط، کامل اور پختہ ہوتا ہے۔

1- امام بخاری و مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔

2- امام بخاری، حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ ۝

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

3- امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ الرَّجُلُ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أُمَّهِ وَمَالِهِ ۝

ترجمہ: آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے امی و عیال اور مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

4- امام طبرانی "معجم کبیر" اور امام بیہقی "شعب الایمان" میں اور ان کے علاوہ دیگر محدثین روایت کرتے ہیں:

1- صحیح البخاری: ۱۰۷۱، صحیح مسلم: ۱۰۳۹ (طبع کراچی)

2- بخاری: ج ۱، ص ۹۸، حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ لا وَالِدِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ۔ تم سے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہاں تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اس روایت کو مختلف الفاظ سے دیگر محدثین کے علاوہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد: اول مسند الموفون، رقم: ۱۸۱۹۳)

3- صحیح مسلم: ۱۰۳۹

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، وَأَسْمَةُ بِلَالٍ أَوْ يُنْبِلِ الْأَنْصَارِي  
مَرْفُوعاً،

لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِي أَحَبَّ  
إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ، وَعَسْرَتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ عَسْرَتِهِ وَذَاتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ  
ذَاتِهِ ۝

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ (ان کا نام بلال یا بلیل انصاری ہے)

بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں اور میرے امی و عیال اسے اپنے امی و عیال سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میری آل اسے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔

5- امام ابو نعیم اصفہانی کی "حلیۃ الاولیاء" میں ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِأَبِي عَمْرٍو: يَا أبا عبد الرحمن وَدِدْتُ أَبِي رَأَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَمْرٍو: كُنْتَ تَصْنَعُ مَاذَا؟ فَقَالَ: كُنْتُ وَاللَّهِ  
أَوْ مِنْ بِهِ وَأَقْبَلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ ابْنُ عَمْرٍو: أَلَا أَبَشْرُكَ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَا اخْتَلَطَ حُبِّي بِقَلْبِ أَحَدٍ فَأَحْبَبْتِي، إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ خَسَدَهُ  
عَلَى النَّارِ ۝

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، اے ابو عبدالرحمن امیری تمنا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1- شعب الایمان: الجزء الثانی، ص ۱۸۹، مجمع الزوائد: (۸۸۱)، الطرودس بماثر الخطاب: الجزء الخامس، ص ۱۵۳، رقم:

۷۷۹۶۔ کنز العمال: ج ۱، ص ۳۳

اگر ایسا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: خدا کی قسم میں ان پر ایمان لاتا اور ان کی جین اقدس پر بوسہ دیتا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا: میری محبت جس شخص کے دل میں ساگنی اور پھر اس نے مجھے محبوب جانا، تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، آپ لوگوں کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ وَاللَّهِ أَحَبَّ إِلَيْنَا وَأَبْنَاوَانَا وَمِنَ الْمَاءِ  
الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَاۃ

ترجمہ: اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے مال اسباب، اباؤ و اجداد، اور ہماری ماؤں اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

6- صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: انہوں نے کہا:

مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا أَحَلَّ لِي عَيْنِي سِنَةً  
وَمَا كُنْتُ أَطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي سِنَةً إِخْلَالَآلِهِ، وَلَوْ قِيلَ لِي صِفَةٌ  
مَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَصِفَهُ ۝

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی عزیز نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں ان سے بڑھ کر کوئی معزز تھا۔ آپ کے کمال احترام کے پیش نظر میں نے کبھی آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔ اب اگر مجھ سے کہا جائے کہ آپ ﷺ کا علیہ مبارک بیان کرو تو میں آپ کا سراپا بیان نہیں کر سکوں گا۔

صحیح مسلم

کتاب الایمان، رقم: ۱۷۳۰

(ب) مستدرک

مستدرک الصحیح، رقم: ۱۷۱۱۲: ۱۷۱۴۵۰

آنحضرت ﷺ کی محبت کی کچھ علامات اور نشانیاں ہیں اور کچھ اس کے شواہد و دلائل ہیں۔

ان میں سے (سرفہرست) یہ ہے کہ آپ کی سنت مبارکہ کی پیروی کی جائے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ پر اس کے احکامات، اور امر و نواہی اور حرام و حلال کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ان علامات میں سے (ایک) یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قرابت داروں اور اہل بیت اطہار سے کامل وابستگی رکھتے ہوئے دلی محبت کی جائے اور ان کے دہان اقدس کی حفاظت و خدمت کے لیے اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔

7- امام دیلمی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کی ہے: امام عالی مقام فرماتے ہیں:

مَنْ أَرَادَ التَّوَسُّلَ إِلَيَّ وَأَنْ تُكُونَ لِي عِنْدِي يَدًا أَسْفَعُ لَهُ بِهَيَّوْمِ  
الْقِيَامَةِ، فَلْيَصِلْ أَهْلَ بَيْتِي وَلْيَدْخُلِ السُّورَوزَ عَلَيْهِمُ ۝

ترجمہ: جس شخص نے میرا دامن تمام کر میری طرف توسل کا ارادہ کیا، تو میں روز قیامت اس کی شفاعت کروں گا، اُسے چاہیے کہ میرے اہل بیت سے وابستہ رہے اور انہیں خوش رکھے۔

8- امام طبرانی "معجم الاوسط" میں ان کے بھائی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما و کرم اللہ وجہہ کی مرفوع روایت لائے ہیں:

إِلْزُمُوا مَوَدَّةَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ بِوَدَدِنَا دَخَلَ  
الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ  
حَقِّنَا ۝

۱- لم اجد في مستدرک دیلمی۔

۲- مجمع الزوائد: (۱۷۲: ۹) مجمع البحرین: ج ۱، نمبر ۶، رقم: ۳۷۹۹۔

ترجمہ: امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم اہل بیت رسول کی محبت کو لازمی اختیار کرو، بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری محبت لے کر حاضر ہوگا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہمارا حق پہچانے بغیر بندے کا عمل اُسے کوئی نفع نہیں دے گا۔

9- ابوشیخ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّنِي وَلَا يُحِبَّنِي حَتَّى يُحِبُّ ذُرِّيَّتِي ۝

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بندہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک مجھ سے محبت نہ کرے اور میرا محبت نہیں بن سکتا جب تک میری اولاد سے محبت نہ رکھے۔

10- قاضی عیاض اپنی کتاب "نغیۃ" میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

مَنْ عَرَفَ آلَ مُحَمَّدٍ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ، وَحُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ حَوَازِ غُلِيِّ الصِّرَاطِ، وَالْوَلَايَةَ لِآلِ مُحَمَّدٍ أَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ ۝

ترجمہ: آل محمد (علیہ السلام) کی معرفت جہنم سے نجات ہے اور آل رسول کی محبت ہل (صراط) سے گزرنے کی سند ہے اور آل رسول علیہ السلام سے عقیدت عذاب سے پناہ (دینے والی) ہے۔

11- امام طبرانی اور رافعی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبِّيَ حَيَاتِي وَيَمُوتَ مَمَاتِي يَسْكُنُ حَنَّةَ عَدْنٍ غَرَسَهَا رَبِّي فَنُيُوتُ عَبْدًا مِنْ بَعْدِي، وَلِيُؤَالَ وَلِيَّةٌ وَلِيَقْتَدِبَ أَهْلُ بَيْتِي مِنْ بَعْدِي فَسَانَهُمْ عَمْرِي، خَلِقُوا مِنْ طِينَتِي، وَرَزَقُوا فَهْمِي، فَوَيْلٌ لِمُكْذِبِينَ بِفَضْلِهِمْ مِنْ أُمَّتِي، الْقَاطِعِينَ فِيهِمْ صِلَتِي، لِأَنَّ لَهُمُ اللَّذَّةَ شَفَاعَتِي ۝

ترجمہ: جس کی تمنا ہو کہ وہ میری حیات (کے مطابق) زندہ رہے اور میری موت (کے مطابق) مرے اور مرے رب کے لگائے ہوئے جنت کے باغ عدن میں مقیم ہو، تو وہ میرے بعد علی سے محبت رکھے اور اس کے جانشین سے محبت رکھے اور میرے بعد میرے اہل بیت کی اقتدا کرے، کیونکہ یہ سب میری اولاد ہیں اور میرے خمیر سے پیدا کئے گئے ہیں اور میرے فہم (علم) سے نوازے گئے ہیں۔ ہذاکت ہے میری امت کے ان لوگوں کے لیے جو ان کے فضل و شرف کو جھٹلائیں اور میرے ان سے تعلق کو قطع کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ان کو میری شفاعت سے نہیں نوازے گا۔

محبت حبیب اکبر (علیہ السلام) کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آپ (علیہ السلام) کا ذکر خیر بکثرت کیا جائے اور آپ کے عظیم محاسن و مناقب اور جلیل القدر اوصاف حمیدہ کا تذکرہ عام کیا جائے۔

اور آپ کے اوصاف و تبرکات اور متعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے لطف اٹھایا جائے اور ذکر نبوی کے فروغ پر اظہار فرحت و مسرت اور شادمانی کی کیفیات کا اعادہ کیا

جائے۔ علامات محبت میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ پر درود و سلام کی کثرت کی جائے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بارگاہ رسالت سے والہانہ عشق کے ساتھ بجالایا جائے۔ اور درود و سلام سے متعلق فوائد عظیمہ اور ظاہری اجر و ثواب سے بھی اضافی طور پر بہرہ یاب ہوا جائے۔

12- ابن و داود، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کرتے ہیں:

أَكْثَرُ وَأَمِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ فَإِنَّهَا نُورٌ فِي الْقَبْرِ وَنُورٌ عَلَيَّ الصِّرَاطِ

وَنُورٌ فِي الْجَنَّةِ ۱۵

ترجمہ: مجھ پر کثرت سے درود بھیجا جائے یہ قبر، پل صراط اور جنت کا نور ہے۔

13- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

الصَّلَاةُ عَلَيَّ النَّبِيِّ أَتَمُّهُ لِدُنُوبٍ مِنَ الْمَاءِ النَّارِ دِلْدَانٍ

وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ أَفْضَلُ مِنْ عَيْتِي ۲۵

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کو ایسے مٹاتا ہے کہ ٹھنڈا پانی بھی آگ کو اتنی تیزی سے نہیں بجھاتا۔ اور آپ پر درود پڑھنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔

حضرت امام غزالی، شیخ بزرگ ابوالصبر ایوب عبداللہ النخعی سے نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنی سند سے حضرت خضر والیاس علیہما السلام کی روایت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کی:

آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الصَّلَاةَ تُنْصِرُ الْقَلْبَ وَتُنَوِّرُهُ وَتُطَهِّرُهُ مِنَ الْبِقَاعِ، كَمَا يُطَهِّرُهُ

السَّيِّئُ بِالْمَاءِ، وَإِنْ مِنْ قَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ فَقَدْ قَنَّعَ عَلَيَّ نَفْسِيهِ

سَبْعِينَ سَابَأً مِنَ الرَّحْمَةِ، وَإِنْ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَحَبَّهُ اللَّهُ تَعَالَى ۱۵

ترجمہ: بے شک درود شریف دل کو تروتازہ رکھتا ہے اور دل کو منافقت سے اس طرح پاک اور روشن کر دیتا ہے جیسے کوئی چیز پانی سے دھل کر صاف ہو جاتی ہے۔ بے شک جس شخص نے ”اللهم صلِّ على محمد“ کہا، اس نے اپنی ذات پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیئے اور جس نے سات بار درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوست رکھتا ہے۔

حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کے بارے میں روایات میں آیا ہے:

کہ درود غم کو مٹاتا ہے۔ پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور بلاؤں کو نالتا ہے اور حاجات کو پورا کرتا ہے اور رزق کو بڑھاتا ہے اور درود پڑھنے والے کو بارگاہ الہیہ سے ایک خاص قسم کی کشش عطا ہوتی ہے۔ درود سے درجات بلند ہوتے ہیں اور نیکیاں بڑھ جاتی ہیں، گناہ اور خطائیں مٹ جاتی ہیں اور رب کا قرب زیادہ حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے فوائد و ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ کثرت سے درود بھیجنے والے کو حضور علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کا شرف خواب اور بیداری میں حاصل ہونے لگتا ہے اور درود پڑھنے والا قربت رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ حسب خواہش آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے لگتا ہے اور آپ ﷺ سے جو چاہتا ہے پوچھتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

درود شریف ایک ایسے طالب صادق کے لیے جسے راہ خدا کا رہبر و مرشد ظاہری طور پر میسر نہ ہو سلوک الی اللہ کی بیڑی اور زینے کا کام دیتا ہے۔

اور درود شریف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب تعالیٰ کی عنایات قدسیہ کے نزول و درود کا بہترین سبب اور ذریعہ ہے۔

درویش شریف اپنے شغل و عامل اور کثرت رکھنے والے کو مستغنی کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کا مزاج درود کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور کھانا پینا وغیرہ اسے درود پر ہنسنے میں مانع نہیں ہوتا اور وہ دنیا کی تمام لذتوں اور آسائشوں سے زیادہ درود شریف میں لذت و لطف پاتا ہے۔ درود شریف کے فوائد و برکات لا تعداد و بے شمار ہیں اور یہ اتنے کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ اور شمار ممکن نہیں ہے۔



## اختتامی دعاء

عَطِّرَ اللَّهُمَّ مَجَالِسَنَا بِطِيبِ ذِكْرِ حَبِيبِ اللَّهِ الْأَعْظَمِ وَتَنَاةٍ، وَمُنْ  
عَلَيْنَا بِسُلُوكِ سَبِيلِهِ وَهُدَاةٍ، وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَاةً  
وَسَلَامًا تَخْلُصُ بِهِمَا مِنْ مَخَنِ الْوَقْتِ وَأَهْوَالِهِ ۝  
میرے بھائیو!

خالق ارض و سماء کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھاؤ! اور اس کی بارگاہ عالی  
میں اس شان والے نبی ﷺ کو وسیلہ بناؤ۔ کیونکہ بلاشبہ اس پیارے کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے  
ہاں بہت بلند ہے۔  
اور یوں کہو!

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ وَمُصْطَفَاكَ وَحَبِيبِكَ وَمُحَبَّبِكَ  
وَأَمِينِكَ وَمُنْتَقَاكَ ، وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَمَا كُنْتَ ۝

ترجمہ: اے اللہ درود بھیج اپنے نبی پر، اور اپنے انتخاب پر اور اپنے حبیب پر اور اپنے پختے  
ہوئے پر اور اپنے امین پر اور اپنے لائے پر اور ایسے ہی ان پر خوب خوب سلام بھیج۔  
اے اللہ! ہمیں ان میں سے بنا جنہوں نے تیری توفیق سے نبی اکرم ﷺ کی  
تصدیق کی اور تیری عنایت سے ان کی بیرومی کی اور ان کی خدمت کا جیسا حق تھا اس کی  
ادا سنگی کے لیے کوشاں رہے۔

اور ان کے نقش قدم اور سنت پر چلنے کی برکت سے اپنے ہر مدعا کو پالیا۔  
(اے اللہ!) اپنے فضل سے ہمیں نبی اکرم ﷺ کے طریقے پر موت دینا اور اپنی

رحمت سے آپ ہی کے غلاموں میں ہمارا حشر فرمانا آمین۔

اے اللہ! تو وہ اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو وہ آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم بزدلی، بے بسی، اور سُستی سے اور فتنہ، فقر و غنا اور موت و حیات اور عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں ان (لوگوں) میں سے بنا جو تجھ پر ایمان لائے اور تو نے انہیں ہدایت دی اور جنہوں نے تیری ذات پر توکل کیا اور تو نے ان کی کفالت فرمائی۔

اور جنہوں نے تجھ سے مانگا اور تو نے انہیں عطا کر دیا۔

اور ہر مصیبت اور تکلیف سے تو نے انہیں بچایا۔

اے اللہ! ہر چیز کے رب، اے ہر چیز کے مالک! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں، کہ تو ہمیں نفع دینے والا علم اور وسعت والا رزق اور ترپنے والا دل اور چمکنے والا نور اور خالص و کامل ایمان اور پاکیزہ و نیک عمل عطا فرما! آمین۔

اور تو ہمیں مخلصین جیسا ذوق ارزانی فرما اور اہل حضور جیسا خشوع دے اور صدیقین کا سابقین دے اور صادقین جیسی امید دے اور متقین کی سعادت اور کامیاب لوگوں والے درجات ہمیں نصیب فرما! آمین۔

اور (اے اللہ!) تو ہماری زندگی میں نورانیت عطا فرما اور ہماری موت میں نورانیت دے اور ہماری قبروں میں نور دے اور روزِ محشر ہمیں نور دے اور ہمیں وہ نور عطا فرما جس سے ہم تیرا وصل حاصل کر سکیں اور وہ نور دے جس کے ذریعے ہم تیرے قریب ہو سکیں۔ آمین۔

اے اللہ! ہمیں حق کی طرف ہدایت فرما اور ہمیں حق والوں میں سے کر دے اور

اس میں ہماری تائید و حمایت فرما اور حق سے روگردانی اور گریز کرنے والے ہر شخص پر ہمیں غلبہ عطا فرما اور ہمیں زمانے کے مصائب سے محفوظ فرما اور حاکم کے تسلط سے محفوظ رکھ، اور شیطان کے وسوسے اور جن و انس کے شر سے پناہ دے۔ آمین۔

اے اللہ! ہمارے لیے حصولِ معاش کے ذرائع کافی فرما دے اور ہمیں بے حساب رزق عنایت فرما! آمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنی ذاتی و صفاتی محبت سے معمور کر دے اور ہمیں اپنے انوارِ معرفت سے چمکادے۔

اور ہمیں اپنی توحید کے سمندروں میں غوطہ زن کر دے اور ہم پر اپنے جلوؤں کے ذریعے احسان فرما

اور ہمارے دلوں کو اپنی بارگاہ سے وابستہ کر دے۔ یہاں تک کہ ہمیں تیرے سوا کچھ دکھائی نہ دے اور تیرے سوا کسی سے ہمارا واسطہ نہ رہے۔ آمین۔

اے اللہ! ہم نفرت کے اسباب سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ صاحبِ وقت (قطبِ عصر) کے دل کو ہم پر مہربان کر دے اور اس کے ساتھیوں کو بھی۔ یا جو قطاب و اولیاء اور افراد و اصنیاء متقدمین و متاخرین میں سے ہیں خصوصاً ہماری طرف مسرتوں بھری توجہات فرمانے والے، وہ جو اس خطہ مغرب میں ہم پر اللہ کے عظیم ترین احسانات میں سے ایک احسان ہیں۔ نوازشات و عنایات والے اور لطافتِ مآب حضرت سیدنا و مولانا محمد ادریس، اللہ تعالیٰ ہمیں تادیر ان کے سایہِ عاطفت میں رکھے اور ہمیں ان کے جوہرِ کرم اور مہربانی سے مستفیض فرمائے۔ آمین۔

اور اللہ ان کے درجات و انوار اور قرب میں اضافہ فرمائے اور اپنے احسانات و عنایات کو ہم پر اور ان کی ذات پر جاری و ساری رکھے۔

اور آپ کے گروہ سے تعلق رکھنے والے ہر شخص پر اور ہمارے نبی علیہ السلام کے اہل بیت پر اور ہمارے سب علماء پر اور ہمارے محسنوں اور مہربانوں پر اور ہر اس شخص پر جسے ہم اپنا ہم مشرب سمجھتے ہیں۔

اے اللہ! ہماری حیات کا خاتمہ بالآخر فرما اور ہماری آخرت کو اُمید (نجات) سے متحقق کر دے۔

اور ہمارے لیے اپنی رضا و خوشنودی کا راستہ آسان فرما دے۔ اور ہمارے اعمال کو ہر حال میں بہتر کر دے۔ آمین۔

اے اللہ! ہمیں بخش دے اور ہمارے والدین، ہمارے مشائخ اور رشتہ دار اور اہل وطن کو بخش دے۔

اور ہمارے حاضر و غیر حاضر بھائیوں کی بخشش فرما دے۔ آمین۔ اور ان کے والدین، عزیز و اقارب اور تمام مسلمانوں کو مجموعی طور پر بخش دے۔ آمین۔

اے اللہ! احکام اور سرکاری عہدہ داروں کو اس کام کی توفیق دے جس میں مسلمانوں کی فلاح اور بھلائی ہو۔ اور ان کے دلوں کو رعایا کے لیے نرم کر دے۔ اور انہیں ہر اس عمل سے روک دے جس سے عوام کو تکلیف اور ضرر کا اندیشہ ہو۔

اے اللہ! آج اس مقام پر ہمارا کوئی گناہ بغیر بخشش کیے باقی نہ چھوڑ اور نہ ہی کوئی ایسا غم (چھوڑ) جو خوشی میں تبدیل نہ ہو جائے۔

اور کوئی ایسا صدمہ نہ ہو جسے تو دور نہ کر دے۔

اور کوئی ایسا رنج نہ ہو جسے تو راحت نہ بنا دے۔

اور ایسا قرض نہ ہو جسے تو ادا نہ کروا دے۔ اور کوئی دشمن نہ رہے جس کے مقابلے

میں تو کافی نہ ہو۔

اور کوئی گرائی ایسی نہ ہو جسے تو ہکا نہ کر دے۔

اور کوئی عیب ایسا نہ رہے جس کو تو ٹھیک نہ کر دے۔ اور کوئی مریض ایسا نہ رہے جسے تو شفا و عطا نہ کر دے۔

اور کوئی غم شدہ ایسا نہ ہو جسے تو واپس (گھر) نہ لوٹا دے۔ اور کوئی دوستی ایسی نہ ہو جسے تو درست نہ فرما دے۔

اور دین و دنیا کی کوئی ایسی نعمت جس میں تیری رضا ہو اور ہماری بہتری ہو ایسی نہ رہے کہ تو ہمیں نہ نوازدے۔

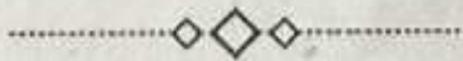
ہماری محفل کا اختتام ہر بھلائی اور خیر کے ساتھ فرما دے۔

بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. آمین۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَآمَامِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى

آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ○

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○



حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:  
 جس شخص نے میلاد النبی ﷺ کے لیے اپنے (مسلمان) بھائیوں کو اکٹھا کیا اور  
 کھانے سے ان کی ضیافت کی اور مکان کو معطر کیا اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور مولود خوانی کا  
 باعث بنا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے صدیقین، شہداء اور اولیاء کے ساتھ اٹھائے گا اور وہ  
 شخص جنت نعیم میں داخل ہوگا۔

حضرت سرری سقظی رحمۃ اللہ علیہ (مرشد حضرت حمید بغدادی) کا ارشاد ہے:  
 جس شخص نے اس مقام پر حاضری کا ارادہ کیا جہاں میلاد شریف ہو رہا ہو، بے  
 شک اس نے جنت کے باغات میں سے ایک باغ کا ارادہ کیا۔ کیونکہ اس نے یہ عمل فقط اس  
 محبت (ونسبت) کے باعث کیا جو اسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے۔

